Download from Madaarimedia.Com

अंक 17 | شمارہ ۱۷

صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

RAHBARE NOOR

QUARTERLY URDU

वर्ष 05 | جلد نمبر ۵

سہ ماہی رہبر نور

مکن پور شریف

Rs.60/-

سلسلہ اشاعت کا پانچواں سال

April, May, June - 2024 /// شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ ۱۴۴۵ھ

آفتاب ولایت کی جلوہ گری ولایت قطب المدار کے تعلق سے تحقیقی مضمون

ابراہیم خلیل اللہ کی عظیم سنت قربانی

سانحہ کربلا - غم بلا آنسوؤں سے ہے بجھتا چراغ دیں

حضور مدار العالمین اور فریضہ حج

معرکہ حق باطل میں جذب حر کا مثالی کردار

تاریخ مکن پور شریف اور مشائخ سلسلہ عالیہ مداریہ

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری دار النور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ

واٹسپ گروپ

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح

سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں

سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات

سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جائیے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضی اللہ عنہ

(بیادگار) الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی رہبر نور مکن پور شریف

شوّال، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ ۱۴۴۶ھ
April, May, June 2024

QUARTERLY
RAHBARE NOOR
URDU

مجلس مشاورت

عزت مآب
مشائخ مکن پور شریف
و
جملہ علماء کرام
سلسلہ عالیہ
مداریہ

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعیب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

OWNER
PRINTER &
PUBLISHER
MUQTIDA HUSAIN
JAFRI
BY PRINTED -
INSHA PRINTERS
91/4 HIRA MAN
PURWA, KANPUR
&
PUBLISHED
FROM-VILL.
&
POST. MAKANPUR
KANPUR

स्वामी, प्रकाशक एवं मुद्रक- मुक़्तिदा हुसैन जाफ़री ने इंशा प्रिन्टर्स 91/4- हीरामन पुरवा कानपुर से छपवाकर सम्पादक- मुक़्तिदा हुसैन जाफ़री ने कार्यालय रहबरे नूर मकनपुर शरीफ़ कानपुर से जारी किया।

ALL DISPUTED MATER IN VALID KANPUR JURISDICTION

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایک تاریخی دستاویز اور ارباب علم و دانش کیلئے عظیم تحفہ

تاریخ مکن پور شریف اور مشائخ سلسلہ عالیہ مداریہ

مکن پور شریف: ایک ایسا تاریخی مقام جہاں کی حاضری کو بادشاہوں اور راجاؤں نے اپنی قسمت کی معراج تصور کیا

اخلاق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
اور مہمان نوازی کے پاکیزہ
کردار کا آئینہ دار قصبہ

علم وادب اور زبان و بیان
میں حلاوت اور مٹھاس، آبادی
کی پہچان کا خاص حصہ

غربت وافلاس میں بھی خودی
اور خودداری کے ساتھ جینے کا حوصلہ بنائے
رکھنے کا درس دینا اس آبادی کا خاصہ رہا ہے

اسلامی خدمات
اور مجاہدانہ طرز عمل کا سبق آموز
درس دینے والوں کی بستی

عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت
میں مثالی کردار نبھانے والے اور عابد شب
زندہ دار لوگوں کی ایک بڑی جماعت
ہمیشہ موجود رہی ہے

شریعت وطریقت، تصوف ومعرفت
عشق رسول اور خانقاہی نظام زندگی
کا ہر دور میں پیغام دیا جاتا رہا ہے

یہاں کے سادات کرام نے
اپنے کفو اور خون اطہر کے تحفظ میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔
زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی روایات کی جلوہ گری آج بھی ہے

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ: آخر کار سنی العقیدہ مسلمان کون ہیں؟

تیزی سے بدلتے ہوئے وقت، ماحول، سماجی رواداریاں اور انسانی افکار وخیارات نے حقیقت شناسی اور سچی روایات کی قدروں کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ بڑی بڑی تنظیموں اور مکاتب فکر نے ایمان وعقائد کے سرٹیفکٹ تقسیم کرنے کا جو بیڑہ اٹھار کھا ان کی شرپسندی کی تحریک نے اب خانقاہوں کو بھی اپنی زد میں لینے کا راستہ ہموار کرلیا ہے۔ آئے دن اس قسم کی بہتان تراشیاں سامنے آتی ہیں کہ فلاں خانقاہ سنیت کے راستے سے دور ہوتی جارہی ہے، یہاں تک کہ اہل خانقاہ کو نجدیت اور وہابیت جیسے مکروہ نظریات سے جوڑ دیا جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر خانقاہی نظم ونسق میں نجدیت وہابیت کی آمیزش ہے تو پھر وہ خانقاہی نظام درہم برہم ہے۔ کیوں کہ ساری دنیا میں سنی العقیدہ مسلمانوں کی پہچان صرف اور صرف خانقاہوں سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن تنظیموں یا مکاتب فکر نے یہ الزامات کا جو ناٹک رچانا شروع کیا ہے وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ان کو سنیت جیسی عظیم نعمت حاصل کہاں سے ہوئی ہے۔ جب یہ تاریخ سامنے آئے گی تو ان کے اسلاف واکابرین ضرور کسی نہ کسی خانقاہ میں جبہ سائی کر کے اور دامن کو پھیلا کر سنی العقیدہ مسلمان کہلانے کی بھیک مانگتے نظر آئیں گے۔

ہمارے ملک ہندوستان کی سب سے عظیم خانقاہوں میں سے ایک حضور سید بدیع الدین قطب المدارؒ کی خانقاہ عالیہ نے ایمان واسلام کی روشنی کے ساتھ ساتھ سنیت کا جو درس دیا ہے وہ صبح قیامت تک ایک مثالی نظیر بن کر تاریخ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔ الحمدللہ سلسلہ عالیہ مداریہ کے دامن پر کسی بھی بد عقیدگی کا کوئی داغ نہیں ہے۔ سلسلہ عالیہ مداریہ کتاب وسنت کی روشنی میں خانقاہی نظم ونسق، اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، باہمی الفت ومحبت اور نیک راستوں پر چلنے کا پیغام ہمیشہ سے عام کرتا رہے ہنوز یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

آؤ ہم سب مل کر سلسلہ عالیہ مداریہ کی مجاہدانہ خدمات اور اس کے پاکیزہ افکار وخیالات کا حصہ بنیں۔

چیف ایڈیٹر

امت مسلمہ کیلئے ایک بصیرت افروز پیغام

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو ایک انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی۔ وہ زندگی کے کٹے ہوئے ایک درویش کی سرگذشت نہیں ہے جو کنارے بیٹھ کر محض اپنی انفرادی تعمیری میں مصروف رہا ہو۔ بلکہ وہ ایک ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے جو ایک اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی، وہ محض ایک انسان کی نہیں بلکہ انسان ساز کی روداد ہے وہ عالم نو کے معمار کے کارنامے پر مشتمل ہے۔ ایک پوری جماعت، ایک انقلابی تحریک اور ایک ہیئت اجتماعیہ اس کارنامے کی تفصیل اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت غارِ حرا سے لے کر غار ثور تک حرم کعبہ سے لے کر طائف تک بازار تک، امہات المومنین کے حجروں سے لے کر میدان ہائے جنگ تک چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی مثال ایک جوہڑ کے کھڑے پانی کی نہیں ہے کہ جس کے ایک کنارے کھڑے ہو کر ہم بیک نظر اس کا جائزہ لے ڈالیں۔ وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے، روانی ہے، کش مکش ہے، موج وحباب ہیں سیپیاں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتوں کو مسلسل زندگی مل رہی ہے۔ دوسری طرف آپ کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے گوشوں کے ساتھ پوری طرح متوازن بھی ہے، اور پھر ہر ایک گوشہ ایک ہی طرح کے کمال کا نمونہ ہے۔ جلال ہے تو جمال بھی ہے، روحانیت ہے تو مادیت بھی ہے۔ معاد ہے تو معاش بھی ہے، دین ہے تو دنیا بھی ہے، اک گونہ بے خودی بھی ہے مگر اس کے اندر خودی بھی کارفرما ہے، خدا کی عبادت ہے تو اس کے ساتھ بندوں کے لئے محبت و شفقت بھی ہے، کڑا اجتماعی نظم ہے تو فرد کے حقوق کا احترام بھی ہے، گہری مذہبیت ہے تو دوسری طرف ہمہ گیر سیاست بھی ہے۔ نجوم کی قیادت میں انہاک ہے مگر ساتھ ہی ساتھ ازدواجی زندگی کا بکھیڑا بھی نہایت خوبصورتی سے چل رہا ہے۔ مظلوموں کی دادرسی ہے تو ظالموں کا ہاتھ پکڑنے کا اہتمام بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسے سے ایک حاتم، ایک امیر، ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آرمی، ایک سپاہی، ایک تاجر، ایک مزدور، ایک جج، ایک معلم، ایک واعظ، ایک لیڈر، ایک ریفارمر، ایک فلسفی، ایک ادیب ہر کوئی یکساں درسِ حکمت وعمل لے سکتا ہے، وہاں ایک باپ کے لئے ایک ہمسفر کے لئے، ایک پڑوسی کے لئے یکساں مثالی نمونہ موجود

ہے۔ایک بار جو کوئی اس درس گاہ تک آپہونچا ہے پھر اسے کسی دوسرے دروازے کو کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ غرض انسانیت جس آخری کمال تک پہنچ سکتی تھی وہ اس ایک ہستی میں جلوہ گر ہے۔اسی لئے میں اس ہستی کو ''انسان اعظم'' کے لقب سے پکارنے پر مجبور ہوا۔ تاریخ کے پاس ''انسان اعظم'' صرف یہی ایک ہے۔ جس کو چراغ بنا کر ہر دور میں ہم ایوان حیات روشن کر سکتے ہیں۔

(اقتباس از مقدمہ محسن انسانیت، مؤلفہ نعیم صدیقی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی آپ کی سیرت طیبہ کا ایک درخشاں باب ہے کیونکہ بنی آدم کی خیر خواہی، محبت انسانی اور خدمت خلق کی جو تعلیم ہمیں آپ کے اقوال میں ملتی ہے اس کا عملی نمونہ رحمۃ للعالمین کی سیرت پاک میں جابجا جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ دنیا درحقیقت جدوجہد اور دارو گیر کا ایک میدان ہے جس میں تمام انسان باہمی معاونت سے اپنا اپنا راستہ طے کر رہے ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کی تکلیف آرام کا خیال ولحاظ کرنا پڑتا ہے کیونکہ راستے میں سب لوگوں کے ساتھ چلنے میں یقیناً بہت کچھ تکلیفیں ہیں۔اس لئے وہ شخص جوان اجتماعی مشکلات سے گھبرا کر الگ ہو جاتا ہے اور صرف اپنا بوجھ اپنے کندھے پر رکھ کر چل کھڑا ہوتا ہے، دنیا کے معرکے کا ایک نامرد سپاہی ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اور ترمذی نے جامع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے:

''وہ مسلمان جو لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے
اور ان کی تکلیف دہی پر صبر کرتا ہے اس سے
بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور ان کی
تکلیف دہی پر صبر نہیں کرتا''۔

ذیل میں آپ کے اقوال مبارکہ اور سیرت طیبہ کے واقعات کی صورت میں آپ کی سماجی زندگی کے چند خاص گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عام سماجی رابطہ

بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ بالعموم رابطہ عام کے لئے وقت نہیں نکال سکتے اور نہ ہر طرف توجہ دے سکتے ہیں۔بعض بڑے لوگوں میں خلوت پسندی اور خشکی مزاج پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ کبر کا شکار ہو کر اپنے لئے ایک عالم بالا بنا لیتے ہیں مگر حضور انتہائی عظمت کے مقام پر فائز ہو کر اور تاریخ کا رخ بدلنے والے کارنامے انجام دے کر بھی عوامی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے اور جماعت اور معاشرہ کے افراد سے شخصی اور نجی تعلق رکھتے تھے۔علیحدگی پسندی یا کبریا یبوست کا شائبہ تک نہ تھا۔ درحقیقت آپ نے جس نظام اخوت کی تاسیس فرمائی تھی یہ اس کا اہم تقاضہ تھا کہ لوگ باہم دگر مربوط رہیں، ایک دوسرے کے کام آئیں اور ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں۔ بخلافیکہ آج جو تمدن مغرب میں نشوونما پایا گیا ہے اس میں ''کسے رابا کسے کارے نباشد'' کی فضا بڑی انسانیت کی کش ہوگئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں اس فضا کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ آیئے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام سماجی رابطوں کے دائرے میں دیکھیں:

- آپ کا معمول تھا کہ راستے میں ملنے والوں سے سلام کہتے اور سلام کہنے میں پہل کرتے، کسی کو پیغام بھجواتے تو ساتھ سلام ضرور کہلواتے۔ کسی کا سلام پہنچایا جاتا تو بھیجنے والے کو بھی اور لانے والے کو بھی جدا جدا سلام کہتے۔ایک بار لڑکوں یک ٹولی کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا۔عورتوں کی جماعت کے قریب سے ہو کر نکلے تو ان کو سلام کیا، گھر میں داخل ہوتے ہوئے اور گھر سے نکلتے ہوئے گھر کے لوگوں کو بھی سلام کہتے۔ احباب سے معانقہ بھی فرماتے اور مصافحہ بھی۔ مصافحہ سے ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے

جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا۔

- مجلس میں جاتے تو اس امر کو ناپسند فرماتے کہ صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جاتے، کندھوں سے پھاند کر بیچ میں گھسنے سے احتراز فرماتے۔ فرمایا ''اسی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں جس طرح خدا کا ایک بندہ اٹھتا بیٹھتا ہے''۔ (روایت عائشہؓ) اپنے زانو ساتھیوں سے بڑھا کر نہ بیٹھتے۔ کوئی آتا تو اعزاز کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔ آنے والا جب تک خود نہ اٹھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے الگ نہ ہوتے۔
- اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متوقع موضوع نہ چھیڑتے بلکہ جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شامل ہو جاتے، چنانچہ نماز فجر کے بعد مجلس رہتی اور اس میں صحابہؓ سے خوب باتیں ہوتیں۔ ''جاہلیت کے قصے چھڑ جاتے اور ان پر خوب ہنسی بھی ہوتی'' (روایت جابرؓ بن سمرہ مسلم) صحابہؓ شعر بھی پڑھتے، جس موضوع سے اہل مجلس کے چہروں سے اکتانے کا اثر محسوس ہوتا اسے بدل دیتے۔ ایک ایک فرد مجلس پر توجہ فرماتے تا کہ کوئی یہ نہ محسوس کرے کہ کسی کو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوقیت دی ہے۔ دورانِ تکلم کوئی غیر متعلق سوال چھیڑ دیتا تو اسے نظر انداز کر کے گفتگو جاری رکھتے۔ اور سلسلہ پورا کر کے پھر اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ خطاب کرنے والوں کی جانب سے اس وقت تک رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیر لیتا، کان میں کوئی سرگوشی کرتا تو جب تک وہ بات پوری کر کے منہ نہ ہٹالیتا آپ برابر اپنا سر نہ اٹھاتے تھے۔
- بچوں سے بہت دلچسپی تھی۔ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پیار کرتے، دعا فرماتے، ننھے بچے لائے جاتے تو ان کو گود میں لے لیتے۔ ان کو بہلانے کے لیے عجیب سے کلمے کہتے ''یعنی خرقہ خرقہ فی عین کل بقہ'' ایک معصوم بچے کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا ''یہ بچے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں''۔ بچوں کے نام تجویز کرتے، بچوں کو قطار میں جمع کر کے انعامی دوڑ لگواتے کہ دیکھیں کون ہمیں پہلے چھو لیتا ہے۔ بچے دوڑتے ہوتے آتے تو کوئی سینہ پر گرتا، کوئی پیٹ پر۔ بچوں سے دل لگی بھی کرتے مثلاً حضرت انسؓ کو کبھی پیار سے کہا ''......دکان والے'' حضرت انسؓ کے بھائی ابوعمیر کا پالا ہوا ممولا مر گیا تو وہ اداس بیٹھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پکار کر کہا ''ابو عمیر! تمہارے مملوے کو کیا ہوا؟'' عبداللہ بن بشیر کے ہاتھوں ان کے والدہ نے ہدیہ کے طور پر انگور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ صاحبزادے میاں راستے میں کھا گئے۔ بعد میں معاملہ کھلا تو آپ پیار سے عبداللہ کے کان پکڑ کر کہتے ''اودھوکے باز'' اودھوکے باز!'' سفر سے آرہے ہوتے تو جو بچہ راستے میں ملتا اسے سواری پر بٹھا لیتے۔ چھوٹا ہوتا تو آگے اور بڑا ہوتا تو پیچھے۔ فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو دعائے برکت مانگ کر کم عمر بچے کو دے دیتے۔ آپ کے پیش نظر تھا کہ یہی نئی پود آئندہ تحریک اسلامی کی علم بردار ہوگی۔
- بوڑھوں کا احترام فرماتے، فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے ضعیف العمر والد کو جو بینائی سے محروم ہو چکے تھے، بیعت اسلام کے لئے آپ کی خدمت میں لائے تو فرمایا انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

میل جول کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار کی تصویر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خوب کھینچی

ہے وہ فرماتے ہیں:

''میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس برس تک رہا۔ اور آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہی۔ کوئی کام جیسا بھی کیا، نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا۔ اور کوئی کام نہ کیا تو نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا یہی معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادموں اور کنیزوں کے ساتھ رہا۔ آپ نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں مارا''۔

اس کی تصدیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواجِ یا خادموں میں سے کبھی کسی کو مارا نہ کسی سے کوئی ذاتی انتقام لیا، بجز اس کے کہ آپ کے راستے میں جہاد کریں یا قانون الٰہی کے تحت اس کی مقرر کردہ حرمتوں کے تحفظ کے لئے کارروائی کریں۔

(اقتباس از محسن انسانی مؤلفہ نعیم صدیقی)

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو عمومیت کے ساتھ حکم دیا ہے کہ ''بھوکے کو کھلاؤ، قیدی کو چھڑاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔'' ایک دفعہ آنحضرت صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کی فضیلت حسب ذیل موثر و دلکش طرز ادا میں ظاہر فرمائی کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم کا بیٹا! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہ کی'' وہ کہے گا ''اے میرے پروردگار! تو تو سارے جہاں کا پروردگار تھا، میں تیری عیادت کیونکر کرتا'' فرمائے گا ''کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی، اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا''۔

تعلیم کی یہ طرز ادا بیمار پرسی، بیماروں کی تیمارداری اور غمخواری کی کیسی دل نشین تلقین ہے اور صابر و شاکر بیمار کی کیسی ہمت افزائی ہے کہ اس کا رب گویا اس کے سرہانے کھڑا اپنی مہربانیوں سے اسے نوازتا رہتا ہے اور اس کے درجوں اور رتبوں کو بلند کرتا رہتا ہے۔

(بیماروں کے حقوق، سیرۃ النبی جلد ششم، از علامہ سلیمان ندوی)

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کو اہتمام سے جاتے، سرہانے بیٹھ کر پوچھتے تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، کبھی سینے اور پیٹ پر دستِ شفقت پھیرتے اور کبھی چہرے پر۔ کھانے کو پوچھتے، بیمار کسی چیز کی خواہش کرتا تو اگر مضر نہ ہوتی تو منگوا دیتے تسلی دیتے اور فرماتے فکر کی کوئی بات نہیں، خدا نے چاہا تو جلد صحت یاد ہو گے، شفا کے لئے دعا فرماتے۔ حضرت سعد کے لئے تین بار دعا کی۔ مشرک چچاؤں کی بیماری پرسی بھی کی۔ ایک یہودی بچے کی عیادت بھی فرمائی (جو ایمان لے آیا) اس کام کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہ تھا جب بھی اطلاع ملتی اور وقت ملتا تشریف لے جاتے۔
- ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیمار پڑے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیکر پیدل خاصی دور تک چلے گئے (مدینہ کی آبادی پھیلی ہوئی تھی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بے ہوش پڑے تھے آپ نے دیکھا، پھر وضو کیا، پانی کے چھینٹے دیئے۔ دعا کی اور مریض کی حالت سنبھلنے لگی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بات چیت کی اور اپنے ترکہ کے متعلق مسائل پوچھے۔ تواضع کی انتہا یہ تھی کہ منافقین کے لیڈر عبداللہ بن اُبی تک کی عیادت فرمائی۔ اس کے علاوہ عام انسانی ہمدردی، خدمت اور انسانیت دوستی کی وہ خصوصیاتِ عالیہ بھی آپ کے اس پیغام کی نشر و اشاعت کا سبب بنیں جو آپ کی عادت ثانیہ تھیں۔ حضرت خدیجہ

الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مندرجہ ذیل الفاظ جو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی گراں بہا ذمہ داری کے سونپے جانے کے بعد دلاسہ دینے اور ڈھارس بندھانے کے انداز میں فرمائے تھے قبل از نبوت آپ کی سماجی زندگی کے ایک نہایت ہی درخشاں رُخ کو سامنے لاتے ہیں:۔

''نہیں آپ کو ڈر کاہے کا ہے، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں (اقربا پر شفقت فرماتے ہیں) سچ بولتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں اور حق کی حمایت کرتے ہیں، خدا آپ کو کبھی اندوہگیں نہ فرمائے گا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ خدمات تھیں جنہوں نے انسانیت کے ایک بڑے گروہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت اور مقام کو اونچا کر دیا تھا اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کے لئے ان کے دلوں میں جگہ پیدا کر دی تھی۔

- مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی (جس کے دماغ میں کچھ فتور تھا۔ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا محمدؐ! مجھ کو تم سے کچھ کام ہے، فرمایا جہاں کہو چل سکتا ہوں۔ وہ آپ کو ایک کوچہ میں لے گئی اور وہیں بیٹھ گئی۔ آپ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور جو کام تھا انجام دے دیا۔
- ایک دفعہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے کہ ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر بولا ''محمدؐ! میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں، پہلے اس کو کر دو''۔ آپ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام انجام دے کر نماز ادا کی۔
- خباب بن ارتؓ ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا، خبابؓ کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر آپ روزان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ آیا کرتے (مدینہ کے باہر کچھ یتیم لڑکیاں رہتی تھیں آپ ان کی بکریوں کا دودھ دوہ آیا کرتے تھے)۔
- مدینہ کی لونڈیاں آپ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں ''یا رسول اللہ! میرا یہ کام ہے، آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے۔

عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں '' بیوہ اور مسکین کے ساتھ ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھا۔

- ایک سفر میں صحابہ نے بکری ذبح کی اور اس کو پکانے کے لیے آپس میں کام بانٹ لئے آپ نے فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں میں لاؤں گا۔ صحابہ نے تامل کیا تو آپ نے فرمایا ''میں امتیاز پسند نہیں کرتا''۔
- لوگوں کو حکم تھا کہ جو مسلمان مرجائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو میں اس کو ادا کر دوں گا۔ اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے، مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔
- ایک صحابی نے شادی کے ولیمہ کیلئے گھر میں کچھ نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، وہ گئے اور جا کر لے آئے، حالانکہ کاشانۂ نبوت میں اس ذخیرہ کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔
- ایک دفعہ ایک غباری آ کر مہمان ہوا، رات کو کھانے کے لئے صرف بکری کا دودھ تھا وہ آپ نے اس کے نذر کر دیا، یہ تمام رات خانہ نبوی میں فاقہ سے گذری،

حالانکہ اس سے پہلی شب میں بھی یہاں فاقہ ہی تھا۔

- حبش سے جو مہمان آئے تھے، صحابہ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گذاری کریں لیکن آپ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے، اس لئے میں خود ان کی خدمت کا فرض انجام دوں گا۔ کفار ثقیف جنہوں نے طائف میں آپ کے پائے مبارک کو زخمی کیا تھا ۹ھ میں وفد لے کر آئے تو آپ نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا اور بہ نفس نفیس ان کی مہمانی کے فرائض ادا کیے۔
- صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپ صحابہؓ سے فرماتے کہ ''تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا''۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ اگر کچھ اور نہ ہو سکے تو بے کس حاجت مند کی مدد ہی کیا کرو۔ یہ بھی فرمایا کہ بھولے بھٹکے ہوئے کو اور کسی اندھے کو راستہ بتادینا بھی صدقہ ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ جو شخص راستہ چلنے میں کوئی کانٹا راستے سے ہٹا دے تو خداوند تعالیٰ اس کے اس کام کی قدر کرتا ہے اور اس کا گناہ معاف کرتا ہے۔ فرمایا:

> ''اللہ اپنے بندے کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے''۔

مہمان نوازی

فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہ تھا، مشرک و کافر سب آپ کے مہمان ہوتے اور آپ یکساں ان کی مہمان نوازی کرتے، جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا اور خود بنفس نفیس ان کی خدمت کی۔ ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا، آپ نے ایک بکری کا دودھ اسے پلایا، وہ سارے کا سارا پی گیا، آپ نے دوسری بکری منگوائی وہ بھی کافی نہ ہوئی، غرض سات بکریوں تک نوبت آئی، جب تک وہ سیر نہ ہوا آپ پلاتے گئے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا وہ ان کی نذر ہو جاتا اور تمام اہل وعیال فاقہ کرتے، آپ راتوں کو اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری کرتے تھے۔

- صحابہ میں سب سے مفلس اور نادار گروہ اصحاب صفہ کا تھا، وہ مسلمانوں کے مہمانِ عام تھے؛ لیکن ان کو زیادہ تر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو وہ ان میں سے تین آدمی کو اور جن کے پاس چار آدمی کا کھانا ہو وہ ان میں سے پانچ آدمی کو ساتھ لے جائے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ تین آدمی کو ساتھ لائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ہمراہ لے گئے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک پیالہ اس قدر بھاری تھا کہ اس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے جب دو پہر ہوتی تو وہ پیالہ آتا اور اصحاب صفہ اس کے گرد بیٹھ جاتے یہاں تک کہ جب زیادہ مجمع ہوتا تو آپ کو اوکڑوں بیٹھنا پڑتا تاکہ لوگوں کے لئے جگہ نکل آئے۔
- مقداد کا بیان ہے کہ میں اور میرے دو رفیق اس قدر تنگ دست تھے کہ بھوک سے بینائی جاتی رہی، ہم لوگوں نے اپنے تکفل کی درخواست کی لیکن کسی نے منظور نہیں کیا۔ آخر ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ہم لوگوں کو دولت خانہ پر لے گئے اور تین بکریوں کو دکھا کر فرمایا کہ ان کا دودھ پیا کرو۔ چنانچہ ہم میں سے ہر شخص دودھ دوہ کر

اپنا اپنا حصہ پی لیا کرتا۔

- عرب میں مہمان نوازی کی صفت عام تھی۔لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس صفت میں بھی حد ممتاز نظر آتی ہے، آپ کے یہاں مہمان، کافر، مشرک اور مسلمان کا کوئی امتیاز نہیں تھا، آپ سب سے یکساں سلوک فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم مہمان ہوا، اسے کھانا کھلایا اورنرم بستر سونے کے لئے دیا، رات کو اس نے بستر پر ہی اجابت کردی اور صبح ہونے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا لیکین اپنی قیمتی تلوار وہیں بھول گیا۔آپ نے صبح اٹھ کر دیکھا تو مہمان نہیں تھا، اس کے چلے جانے کا آپ کو بہت افسوس ہوا۔ گندے بستر کو اپنے ہاتھوں سے دھویا صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم دھودیں گے، آپ تکلیف نہ فرمائیں، آپ نے فرمایا، نہیں مہمان میرا تھا، میں خود دھوؤں گا۔اس شخص کو جب اپنی تلوار یاد آئی تو جلدی سے لینے کے لئے واپس آیا۔اس کو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا ''تمہاری تلوار اندر رکھی ہے اسے لے لو لیکن آپ نے اس غلاظت کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔آپ کے اس اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر وہ شخص اسلام لے آیا۔

حسن خلق

خلق عمیم میں کافر و مسلم، دوست دشمن، عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، ابر رحمت دشت و چمن پر یکساں برستا تھا۔ (یہود کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شدت کی عداوت تھی اس کی شہادت غزوہ خیبر تک کے ایک ایک واقعہ سے ملتی ہے لیکن آپ کا طرز عمل مدت تک یہ رہا کہ جن امور کی نسبت مستقل حکم نازل نہ ہوتا، آپ ان میں انہیں کی تقلید فرماتے)

یہودیوں کے ساتھ داد و ستد کرتے تھے، ان کے سخت وناجائز تقاضوں کو درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے، یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر معاملات میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلا وجہ ہنبہ داری نہ فرماتے، چنانچہ اس قسم کی متعدد مثالیں ہیں۔ایک دفعہ ایک یہودی نے آکر شکایت کی کہ محمد! دیکھو ایک مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔آپ نے اس مسلمان کو اسی وقت بلوا کر زجر فرمایا۔

- نصاریٰ کا وفد جب نجران سے مدینہ حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہمان داری کی مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی، بلکہ ان کو اپنے طریق پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دیدی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا۔

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ '' یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ۔ اور جو خود پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں جو غلام آتے ان کو آپ ہمیشہ آزاد فرمادیتے تھے، لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان و کرم کی زنجیر سے آزاد نہیں ہوسکتے تھے۔ماں باپ، قبیلہ، رشتہ کو چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو شرف جانتے تھے۔زید بن حارثہ غلام تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ان کو ان کے باپ لینے آئے لیکن وہ اس آستانہ رحمت پر باپ کے ظلِ عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے۔اور اپنے جانے سے قطعاً انکار کردیا۔زید کے بیٹے اسامہ سے آپ اس قدر محبت کرتے تھے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو میں اس کو زیور پہناتا۔خود اپنے دست مبارک سے ان کی ناک صاف کرتے تھے، غلاموں پر آپ کی اسی رحم و شفقت کا اثر تھا کہ اکثر

کافروں کے غلام بھاگ بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ انہیں آزاد فرما دیتے تھے۔ مالِ غنیمت تقسیم ہوتا تو آپ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے جو غلام نئے آزاد ہوتے تھے چونکہ ان کے پاس کوئی مالی سرمایہ نہیں ہوتا تھا اس لئے جو آمدنی وصول ہوتی تھی اس میں سے سب سے پہلے آپ انہیں کو عنایت کرتے تھے۔

- ایک دفعہ مقام جعرّانہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ کے پاس چلی گئی، آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون تھی تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی ماں تھیں۔

اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں آپ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضائی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

- حضرت ابوذرؓ مشہور صحابی ہیں، ایک دفعہ ان کو بلا بھیجا تو وہ گھر میں نہیں ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ لیٹے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سینے سے لگالیا۔ حضرت جعفرؓ بھی جب حبشہ سے واپس آئے تھے تو آپ نے ان کو گلے لگالیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

حسن معاملہ

اگر چہ غایت فیاضی کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ من بھر غلہ پر ایک یہودی کے ہاں گروی تھی، لیکن ہر حال میں حسن معاملہ کا سخت اہتمام تھا۔ مدینہ میں دولت مند عموماً یہودی تھے اور اکثر انہی سے آپ قرض لیا کرتے تھے، یہودی عموماً دنی الطبع اور سخت گیر ہوتے ہیں آپ ان کی ہر قسم کی بدمزاجیاں برداشت فرماتے تھے۔

نبوت سے پہلے جن لوگوں سے آپ کے تاجرانہ تعلقات تھے انہوں نے ہمیشہ آپ کی دیانت اور حسنِ معاملہ کا اعتراف کیا ہے۔ اسی لیے قریش نے متفقہ طور سے آپ کو امین کا خطاب دیا تھا۔ نبوت کے بعد بھی گو قریش بغض و کینہ کے جوش سے لبریز تھے، تاہم ان کی دولت کے لئے مامون مقام آپ ہی کا کاشانہ تھا عرب میں سائبؓ نام ایک تاجر تھے وہ مسلمان ہوکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے لوگوں نے مدحیہ الفاظ میں آپ سے ان کا تعارف کرایا۔ آپ نے فرمایا "میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں"۔ سائبؓ نے کہا میرے ماں باپ فدا، آپ میرے ساجھی تھے، لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا۔

- ایک دفعہ ایک شخص سے کچھ کھجوریں قرض کے طور پر لیں۔ چند روز کے بعد وہ تقاضے کو آیا۔ آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کر دیں انصاری نے کھجوریں ادا کیں لیکن ویسی عمدہ نہ تھیں جیسی اس نے دی تھیں، اس شخص نے لینے سے انکار کر دیا۔ انصاری نے کہا تم رسول کی عطا کردہ کھجور لینے سے انکار کرتے ہو بولا ہاں، رسول اللہ عدل نہ کریں گے تو اور کس سے توقع رکھی جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملے سنے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر

آئے اور فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔

- ایک دفعہ کسی سے اونٹ قرض لیا، جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا کہ سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں۔
- ایک دفعہ کسی شخص سے پیالہ مستعار لیا، سوء اتفاق سے وہ گم ہو گیا تو اس کا تاوان ادا فرمایا۔
- ایک دفعہ مدینہ منورہ کے باہر ایک مختصر سا قافلہ آ کر فروکش تھا۔ ایک سرخ رنگ کا اونٹ اس کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً ادھر سے آپ کا گذر ہوا آپ نے اونٹ کی قیمت پوچھی، لوگوں نے قیمت بتلائی بے مول تول کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی قیمت منظور کر لی اور اونٹ کی مہار پکڑ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد کو لوگوں کو خیال آیا کہ بے جان پہچان ہم نے جانور کیوں حوالے کر دیا اور اس حماقت پر اب پورے قافلے کو ندامت تھی۔ قافلہ کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی اس نے کہا "مطمئن رہو، ہم نے کسی شخص کا چہرہ ایسا روشن نہیں دیکھا" یعنی ایسا شخص دغا نہ کرے گا۔ رات ہوئی تو آپ نے ان کے لئے کھانا اور قیمت بھر کھجوریں بھجوا دیں۔
- غزوۂ حنین میں آپ کو کچھ اسلحہ کی ضرورت تھی، صفوان اس وقت تک کافر تھے۔ ان کے پاس بہت سی زرہیں تھیں۔ آپ نے ان سے کچھ زرہیں طلب کیں۔ انہوں نے کہا "محمد! کیا کچھ غصب کا ارادہ ہے؟" فرمایا، نہیں میں عاریۃً مانگتا ہوں، اگر ان میں سے کوئی تلف ہوئی تو میں تاوان دوں گا، چنانچہ انہوں نے تیس چالیس زرہیں مسلمانوں کو عاریۃً دیں۔ حسین سے واپسی پر جب اسلحہ اور دیگر سامانوں کا جائزہ لیا گیا تو کچھ زرہیں کم نکلیں تو آپ نے صفوان سے کہا، تمہاری چند زرہیں کم ہیں ان کا معاوضہ لے لو۔ صفوان نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلعم! میرے دل کی حالت اب پہلے جیسی نہیں" یعنی مسلمان ہو گیا اب معاوضہ کی حاجت نہیں۔
- ایک دفعہ ایک بدو اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا۔ آنحضرت صلعم کو خیال یہ تھا کہ گھر میں چھوہارے موجود ہیں، آپ نے ایک وسق چھوہاروں پر گوشت چکا لیا۔ گھر میں آ کر دیکھا تو چھوہارے نہ تھے۔ باہر تشریف لا کر قصاب سے فرمایا کہ میں نے چھوہاروں پر گوشت چکایا تھا لیکن چھوہارے میرے پاس نہیں ہیں۔ اس نے واویلا مچائی کہ ہائے! بددیانتی! لوگوں نے سمجھایا کہ رسول اللہ بددیانتی کریں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں چھوڑ دو، اس کو کہنے کا حق ہے۔ پھر قصاب کی طرف خطاب کر کے وہی فقرہ ادا کیا۔ اس نے پھر وہی لفظ کہے۔ لوگوں نے پھر روکا۔ آپ نے فرمایا اس کو کہنے دو۔ اس کو کہنے کا حق ہے۔ اور اس جملہ کو کئی بار دہراتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک انصاریہ کے ہاں اس کو بھجوا دیا کہ اپنے دام کے چھوہارے وہاں سے لے لے۔ جب وہ چھوہارے لے کر پلٹا تو آپ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اس کا دل آپ کے حلم وعفو اور حسنِ معاملت سے متاثر تھا، دیکھنے کے ساتھ بولا "محمدؐ! تم کو خدا جزائے خیر دے تم نے قیمت پوری دی اور اچھی دی۔

جود وسخا

صفت جود وسخا انسان کو عوام الناس میں مقبول ترین بنا دیتی ہے۔ کوئی شخص جو خوش خلق ہو، دوسروں کا ہمدرد وغمگسار بھی ہو تو وہ کبھی کسی کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا بلکہ ہر ایسے موقع پر اعانت وامداد کے لئے آمادہ رہے گا۔ جود وسخا آپ کی

فطرت تھی۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور خصوصاً رمضان کے مہینے میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ تمام عمر کسی کے سوال پر نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "میں تو صرف دینے بانٹنے والا اور خازن ہوں دیتا اللہ ہے۔"

- ایک دفعہ ایک اجنبی شخص خدمت اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ سے درخواست کی۔ آپ نے سب کی سب دیدیں۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا، اسلام قبول کرلو، محمد ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔
- غزوۂ حنین میں جو کچھ ملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیرات فرما کر واپس آرہے تھے راہ میں بدوؤں کو خبر لگی کہ ادھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہونے والا ہے، آس پاس سے دوڑ دوڑ کر آئے اور لپٹ گئے کہ ہمیں بھی کچھ عنایت ہو، آپ اژدہام سے گھبرا کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہوگئے، انہوں نے ردائے مبارک تھام لی، بالآخر اس کشاکش میں جسم اطہر سے چادر اتر کران کے ہاتھ میں رہ گئی۔ فیاض عالم نے کہا۔ میری چادر دیدو، خدا کی قسم اگر ان جنگلی درختوں کے برابر بھی اونٹ میرے پاس ہوتے تو میں سب تم کو دیدیتا اور پھر مجھ کو بخیل نہ پاتے نہ دروغ گو نہ نامرد"۔
- ایک دفعہ آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک بدو آیا اور آپ کی چادر کا گوشہ زور سے کھینچ کر بولا محمدؐ! یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے، ایک بار شتر دیدے، آپ نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوادیا۔

گھر کا کام کاج خود کرتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، خود جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے (گدھے کی سواری سے آپ کو عار نہ تھا) غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے میں پرہیز نہ تھا۔ ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے، لوگ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، فرمایا کہ اہل عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اٹھو۔

مجلسی زندگی اور سماجی خدمات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسی زندگی کے آغاز یوں تو شام کے اس سفر سے ہی ہو جاتا ہے جو آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ اختیار کیا تھا اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی لیکن ایک دفعہ ایسا بھی ملتا ہے جبکہ ایک دفعہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ بڑوں کے ساتھ چھوٹے بھی اپنا تہہ بند اتار کر اس میں پتھر لاتے تھے، دیکھا دیکھی آپ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن اتنی شرم آئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

آپ کی عمر ۲۴ سال تھی تو حرب فجار نامی لڑائی میں شرکت کا موقع ملا تھا۔ یہ لڑائی قریش مع کنانہ اور قیس کے خاندانوں میں ہوئی تھی اگرچہ اس میں آپ نے قریش کے برسر حق ہونے کی بناء پر حصہ لیا تھا لیکن پھر بھی کسی انسانی جان پر خود ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے ذمے تیروں کی فراہم کا کام لیا تھا۔

جب آپ کی عمر ۳۵ سال ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس شادی کے بعد آپ کا زیادہ تر وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی فلاح و بہبود اور خیر اندیشی کے کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ انہی دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان

سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی، چنانچہ فجار کی لڑائی سے واپسی کے ایک مہینہ بعد ماہ شوال میں تمام خاندانوں نے جن میں بنو ہاشم، بنوالمطلب، بنواسد، بنوزہرہ، بنوتمیم شامل تھے۔ایک جگہ بیٹھ کر ایک اصلاح پسند انجمن قائم کی جو''حلف الفضول'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہدواقرار کیا کرتے تھے:

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

(۲) ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کریں گے(زبردست کو زیر دست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے)

(۳) مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے اور غریبوں کا خیال رکھا کریں گے۔

(۴) مکہ میں کسی ظالم کو نہ رہنے دیں گے۔

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آپ کو''صادق الامین'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ کی عمر ۳۵ سال تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا۔لیکن جب حجر اسود کو نصب کرنے کا معاملہ آیا تو قریش میں کش مکش پیدا ہوگئی۔آپ کو جب یہ موقع ملا تو جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہوں تو آپ نے اپنی انتہائی فراست سے اس تنازعہ کو چکا دیا۔

سماجی زندگی میں دوستوں کا مقام ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔آپ کی سب سے زیادہ گہری دوستی اور سب سے زیادہ بے تکلفانہ رابطہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تھا حلقہ احباب میں ایک شخصیت حکیم بن حزامؓ کی بھی تھی جو حضرت خدیجہؓ کے چچیرے بھائی تھے اور حرم کے منصب افادہ پر فائز تھے۔اسی طرح ضماد بن ثعلبہ ازدی کا نام بھی آپ کے احباب میں آتا ہے جو طبابت وجراحی کا کام کرتے تھے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے نبوت کے بعد قریش آپ کی جان کے دشمن ہوگئے تھے مگر آپ کو امانت کا اتنا پاس ولحاظ تھا کہ مدینہ کی ہجرت کے وقت آپ کے پاس قریشیوں کی کچھ امانتیں رکھی ہوئی تھیں۔انہیں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے فرمایا''صبح سب سے پہلے ان امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دینا''۔
- جب سب صحابہ مل کر کوئی کام کرتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ بھی شریک تھے،غزوۂ احزاب میں جب تمام صحابہ مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے میں مصروف تھے تو آپ بھی ایک عام آدمی کی طرح کام کر رہے تھے۔یہاں تک کہ جسم پر مٹی کی تہہ جم گئی۔مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر آپ دوش مبارک پر بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

مجالسِ نبویؐ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتلقین کا فیض اگرچہ سفر، حضر، خلوت، جلوت، نشست وبرخاست غرض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس سے وہی لوگ مستفیض ہوسکتے تھے جو اتفاق سے موقع پر ہوتے تھے اس بنا پر آپ نے تعلیم وارشاد کے لئے بعض اوقات خاص کر دیتے تھے کہ لوگ پہلے سے مطلع رہیں اور جن کو استفادہ منظور ہو وہ آسکیں۔یہ صحبتیں عموماً مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی مسجد نبوی میں ایک چھوٹا سا صحن تھا کبھی آپ وہاں نشست فرماتے۔ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے لئے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی۔باہر سے اجنبی لوگ آتے تو آپ کو پہچاننے میں دقت ہوتی۔صحابہ نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا تھا۔آپ اس پر تشریف رکھتے، باقی دونوں طرف صحابہ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔

مجالس میں گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا لیکن یہ امتیاز مراتب نسب ونام یا دولت ومال کی بنا پر نہیں بلکہ فضل واستحقاق کی بنا پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے آپ اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی معروضات سن کر ان کی حاجت براری فرماتے۔ مزاج پرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی ضرورت اور حاجت تو نہیں ہے، یہ بھی فرماتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

آپ کی مجالس میں ہر شخص کو اس کے رتبہ کی مناسب جگہ ملتی تھی۔ کسی شخص کے دل میں یہ خیال نہیں آنے پاتا کہ دوسرا شخص اس سے زیادہ عزت یاب ہے۔

نماز کے بعد جو مجلس منعقد ہوتی اس میں وعظ ونصیحت اور اس قسم کی جزئی باتوں پر گفتگو ہوتی تھی لیکن ان اوقات کے علاوہ آپ خاص طور پر حقائق ومعارف کے اظہار کے لئے مجالس منعقد فرماتے تھے۔

پند ونصائح خواہ کتنے ہی مؤثر طریقہ سے بیان کئے جائیں لیکن ہمیشہ سنتے سنتے آدمی اکتا جاتا ہے اور نصائح بے اثر ہو جاتے ہیں۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ ونصائح کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے۔

چونکہ ان مجالس کا فیض زیادہ تر مردوں تک محدود تھا اور عورتوں کو موقع کم ملتا تھا اس بنا پر عورتوں نے درخواست کی کہ ہمارے لئے خاص دن مقرر فرمایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور کی اور ان کے وعظ وارشاد کے لئے ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ وہ حصہ ہے جہاں آکر آپ کی زندگی تمام انبیائے کرام اور مصلحین عالم سے علانیہ ممتاز ہو جاتی ہے۔ تاریخی ہستی کا ثبوت ایک طرف، اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان اخلاقی واعظوں کا خود عملی نمونہ کیا تھا، تو دنیا اس کے جواب سے عاجز رہ جائے گی۔ دنیا کے تمام مصلحین اخلاق میں گوتم بدھ اور مسیح کا درجہ سب سے بڑا ہے لیکن کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ ہندوستان کا یہ مصلح اعظم (بدھ) عملاً خود کیا تھا۔ کوہ زیتون کے رحیمانہ اخلاق کا واعظ (مسیح) دنیا کو اخلاق کا بہترین درس دیتا تھا، لیکن اس کی زندگی کا ایک واقعہ بھی اس کے زریں مقولوں کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ لیکن مکہ کا معلم اسی پکار کر کہتا تھا:

''جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو''

وہ خود اپنی تعلیم کا آپ نمونہ تھا، انسانوں کے مجمع عام میں وہ جو کچھ کہتا تھا، گھر کے خلوت کدہ میں دوستوں اور اصحاب کی محفل میں، بازاروں اور گلی کوچوں میں وہ اسی طرح نظر آتا تھا۔ اخلاق وعمل کا جو نکتہ وہ دوسروں کو سکھاتا تھا وہ خود اس کا عمل پیکر بن جاتا تھا۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا اور کون راز داں ہو سکتا ہے۔ چند صحابیوں نے آکر حضرت عائشہؓ سے درخواست کی کہ حضرتؐ کے اخلاق بیان کیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ اِنَّ خُلُقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْآنُ ۔۔۔۔(آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی (SOCIAL LIFE) اسلامی نظام حیات کے اس بات کی مکمل آئینہ دار تھی جو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کے نام موسوم ہے، پھر جبکہ آپ کی پوری حیات مقدسہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے (لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) اس لئے دعوت اسلامی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے لئے خصوصاً آپ کی زندگی کے اس پہلو میں عمل کے سیکڑوں گوشے نمایاں ہیں۔

• • •

میدان کرب وبلا
وہ المناک دس روز

(ماخوذ) حمیرکاشمیری

تاریخ گواہ ہے کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ عالی مقام کو ہزاروں خط بھیج کر ہزاروں پیغام بھیج کر بیعت ہونے کا وعدہ کیا اور یقین دلایا کہ ہم آپؓ کے ہوتے ہوئے یزید کو اپنا سردار نہیں مان سکتے آیئے یہاں سب کچھ حاضر ہے، سامان ہے فوج ہے، تخت ہے بخت ہے، باغ کھیتیاں ہیں، سب سے بڑھ کر آپؓ کے لئے ہم ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے اور یقین کرلیا کہ کوفی بالکل سچ کہہ رہے ہیں، وہ یقیناً یزید کی بیعت نہ کریں گے۔ لہٰذا رخت سفر باندھ لیا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو پہلے ہی روانہ کردیا، اپنے ساتھ بیبیوں اور بچوں کو بھی تیار کرلیا، لیکن حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ کوفیوں پر اعتبار نہ کرنا، یہ متلون مزاج ہیں ان کا کوئی بھروسہ نہیں مگر امام حسینؓ جو رخت سفر باندھ چکے تھے کھولتے کیسے؟ فرمایا میرے پاس ان کے ہزاروں دعوت نامے موجود ہیں، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ مجھ سے بے وفائی کریں، مجھ سے دغا کریں یا مجھے دھوکہ دیں۔ بھائی نے زور دیا کہ پھر بچوں اور بیوی کو شریک سفر نہ بنایئے یہ میری درخواست ہے، عالی مقام اسے رد نہ کریں حضرت عالی مقام نے اس درخواست کو بھی تسلیم نہ کیا اہل وعیال بمع ساتھیوں کے ہمراہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو مدینے سے کوفہ روانہ ہوئے اور ساتھ ہی کرب وبلا کے ایام شروع ہوئے۔

(۱) پہلا دن

سال مبارک کے پہلے دن ہی اہل بیت وطن سے بے وطن ہوئے، قافلہ حسینی چل پڑا، ایک خاص مقام کی طرف میر کارواں نتائج سے بے خبر آنے والے حالات سے بے پروا رواں دواں ہیں، منزل مقصود مخصوص کی طرف ابھی تھوڑی مسافت طے کی تھی کہ میر کارواں کو کرب والم اور یاس وغم نے گھیر لیا۔

(۲) دوسرا دن

سفر میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عالی مقام پر قربان ہورہی ہے، صدقے واری جارہی اور کہہ رہی ہے کہ تم میرے سخی بابل کے بچے ہو، تم شیر خدا کے لاڈلے ہو، تم اسلام کے امین ہو، تم نانا کے دین کے پاسبان ہو۔

(۳) تیسرا دن

بادل کڑک رہے ہیں، بجلیاں چمک رہی ہیں، قافلہ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے، امام عالی مقام کی بیٹی باپ کو مدینے سے پیغام بھیج رہی ہے کہ میں سخت اداس ہوں اور پریشان ہوں، میرا دل گھبرا رہا ہے کیونکہ میں گھر میں اکیلی ہوں، آپؓ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بیٹیاں ماں باپ کے بغیر

زندہ نہیں رہ سکتیں کاش مجھے بھی ساتھ لیا ہوتا۔

(۴) چوتھا دن

حضرت زینب خدا کے حضور دعا گو ہے کہ میرے بھیا کے بیڑے کو تم ہی پار لگانا کیونکہ ہم ہی تیرے اسلام کے کھیویا ہیں۔

(۵) پانچواں دن

خاندان نبوت پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، نہ واپسی کی اجازت ہے نہ سیر سبز وشاداب جگہ پر ڈیرہ ڈالنے کی، حر بن یزید ساتھ ساتھ ہے نہ واپس ہونے دیتا ہے نہ دامنِ کوہسار میں ڈیرہ ڈالنے دیتا ہے، حضرت زینب بھانپ لیتی ہے کہ یزید اور اس کے چیلوں نے ابن علیؑ کو نرغے میں لے لیا ہے، جنگل بیاباں ہے نہ پانی کا نام ونشان ہے نہ کوئی آسائش وراحت ہے، نہ پانی لانے کی اجازت۔ حضرت زینب کو گلستان فاطمہؓ اجڑتا نظر آتا ہے، کہتی ہے، ظالمو! میدان حشر میں فیصلہ ہوگا۔

(۶) چھٹا دن

امام حسینؓ عالی مقام اپنے مخالفوں کو مخاطب کرتے ہیں، کہتے ہیں، دیکھو! میری طرف دیکھو، میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، میں جگر بتولؓ ہوں اور ابن علیؓ ہوں، میں نبوت کے گھرانے کا چشم وچراغ ہوں، میں فاسق وفاجر نہیں ہوں، میں زانی وشرابی نہیں ہوں، میرا کوئی قصور بتاؤ، میری کوئی غلطی بتاؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا ہوں، میرا نانا امین وصادق میں ان کے نقش قدم پر چلنے والا، پھر امام حسینؓ تین شرطیں پیش کرتے ہیں کہ اے عمر بن سعد کوئی شرط مان لے۔ میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہیں جانے دو، لیکن عمر بن سعد کو کوئی بھی شرط قبول کرنے کا اذن نہیں تھا۔

(۷) ساتواں دن

مرادوں کا دن تھا، خوشیوں کا دن تھا، لیکن مسافرت میں، غربت میں، بے آب وگیاہ زمین میں خوشیاں کہاں، شادمانیاں کہاں، تپتی ریت پر خیمے نصب ہیں کیسی برات، کیسی مہندی، کیسا شاہانہ جوڑا، کیسا اعلیٰ کھانا؟ وہاں تو پانی کو گلدانہ ترس رہا ہے، حضرت زینب فرماتی ہیں کہ اے قاسم شیر اس لق ودق جنگل میں اس بے آب وگیاہ زمین پر، اس تپتے ریگستان میں تیری کوئی آرزو پوری نہیں کی جا سکتی۔

(۸) آٹھواں دن

کرب وبلا کا یہ آٹھواں دن جب طلوع ہوتا ہے تو ابن علیؓ کے جاں نثار ایک ایک کر کے شہید ہو رہے ہیں اور امام حسینؓ ایک ایک لاش کو کندھے پر اٹھا اٹھا کر خیمے میں چھوڑنے جا رہے ہیں، حتی کہ حضرت عباس علمدار بھی جو پانی لینے جاتے ہیں راستے میں واپسی پر شہید کر دیئے جاتے ہیں، امام کی کمر ٹوٹ چکی ہے، سات سال کی معصوم بھتیجی عباس علمدار کے لاشے پر ماتم کناں تھیں، یزید اور شمر کو مخاطب کرتی ہے، اے شمر لعین! تو میرے چچا کو میرے لئے پانی نہ دیتا، لیکن تو ان کو بے گناہ قتل تو نہ کرتا، اے ظالم! تو نے پانی کے لئے میرے چچا کو ذبح کیا ہے اے چچا مجھے پیاس نہیں، ہمیں پانی نہیں چاہئے، اب تو نہ بڑوں کو پیاس ہے، نہ معصوموں کو پیاس، ان سب کی پیاس شہیدوں کے خون کے چھینٹوں سے بجھ گئی ہے۔

(۹) نواں دن

اس دن کرب وبلا نے امام عالی مقام کا زیادہ گھیراؤ کر لیا، آنکھوں کے سامنے بھائی، بھتیجے، بھانجے اور ہمدرد ساتھی کٹ کٹ کر گر رہے ہیں، ادھر بیٹی وطن میں بڑے بڑے خواب دیکھ

کر گھبرا رہی ہے اور قاصد بھیج رہی ہے کہ معلوم کر کے آئے کہ میرے بھائی، باپ اور دیگر افراد کیسے ہیں؟ کیونکہ اب دل کو قرار نہیں، باپ کو وعدہ یاد دلاتی ہے کہ آپؑ نے تو جلد بلانے کا وعدہ کیا تھا، وعدہ ایفا نہیں ہوا، میں کیوں بھول گئی ہوں، میں کیوں یاد نہیں؟ خدا کے لئے مجھے جلدی بلایئے تا کہ دل کی لگی کو قرار آئے، خدا کرے میرے برے خوابوں کی تعبیر غلط ہو۔

(۱۰) دسواں دن

آخر شہادت کا مقدس دن بھی آپہونچا، متواتر کئی دن سے بھوکے پیاسے میدان کربلا میں دشمنانِ۔ اسلام سے برسر پیکار ہیں، بھائی علمدار شہید ہوا تو کمر ٹوٹ گئی، جوان بیٹا شہید ہوا تو بازو کٹ گیا۔ بھتیجا شہید ہوا تو دوسرا بازو بھی کٹ گیا، بھانجے شہید ہوئے تو رہی سہی طاقت بھی جواب دے گئی پھر بھی شہید کربلا نے شکست قبول نہ کی، کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کے لئے سر کٹانا آسان تھا مگر یزید کی بیعت مشکل تھی، اسی آسان ومشکل کے چکر میں فاطمۃ الزہراؑ کا باغ اجڑ گیا، آل رسول کی کھیتی برباد ہوئی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہو رہی تھی کہ امیر معاویہ کی نسل سے میرے نواسے شہید ہوں گے اب حضرت امام حسینؑ جان چکے ہیں کہ میری شہادت کا وقت قریب ہے، زخموں سے نڈھال غموں سے چور پھر بھی مقابلہ برابر کر رہے ہیں، تیر پر تیر کھا رہے ہیں ادھر عورتوں کی چیخ وپکار کانوں میں آ رہی ہے، ادھر میدان کارزار گرم اور نماز کا وقت قریب ہے، بھاگ کر خیموں کا رخ کرتے ہیں، بہن اور بیٹیاں لپٹ لپٹ جا رہی ہیں، کسی کو بھوک نہیں، کسی کو پیاس نہیں، وہ معصوم بچے جو ہائے پانی اور ہائے پیاس کی صدا بلند کر رہے تھے اب معصوموں کے ہونٹوں پر یہ صدائیں نہیں۔

اب حسین ابن علیؑ میدان جنگ میں پلٹے ہیں زخموں سے نڈھال، غموں سے چور، مخالفین میں کوئی ہمدردانہ نظر نہیں آتا جو ہمدرد تھے وہ ریگستان میں خون سے لت پت بے گور وکفن پڑے ہیں، جو دو چار ساتھی بچے ہیں، ان سے مخاطب ہیں کہ آپ کو خدا جزائے خیر دے آپ واپس چلے جائیں، کیونکہ ان کو صرف میرا سر درکار ہے اس پر زبیر ابن القین نے کہا اے حسینؑ اگر میں آرے سے ایک ہزار بار مرتبہ بھی چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں، سعد بن عبداللہ نے کہا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں، مجھے جلا دیا جائے اور میری راکھ ہوا میں اڑا دی جائے ایک بار نہیں ستر بار، تو اے عالی مقام میں پھر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔

اب حضرت حسینؑ سمجھتے ہیں کہ میری زندگی بھی پل دو پل کی ہے، آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، گویا خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں کہ اسلام یک خاطر قربانی کے لئے جس کا انتخاب کیا تھا وہ آپ کے انتخاب پر پورا اتر رہا ہے، یہ ایک جان کیا چیز ہے، ہزاروں جانیں قربان کر دوں، اسلام پر، نبوت پر اور رسالت پر۔

اب حسینؑ کے دشمن چاہتے ہیں کہ حسینؑ کو جلد سے جلد شہید کر کے یزید سے دنیاوی جاہ وجلال پائیں مگر جگر گوشۂ بتولؑ کے سامنے کسی کی جرأت نہیں پڑتی، شمر ذوالجوش آگے بڑھتا ہے لیکن فقدانِ جرأت کے باعث پیچھے ہٹتا ہے، عمر بن سعد کا بھی یہی حال ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ یہ سب تذبذب کی حالت میں ہیں، ایک دوسرے کو قتل کے لئے آمادہ کر رہے ہیں، آخر آپؑ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوئے تو زرعہ بن شریک تمیمی نے سب سے پہلے آپؑ کو زخمی کیا، آپؑ لڑکھڑائے، اس پر سنان بن انس نے نیزہ مارا، آپؑ زمین پر گر پڑے، ہر شخص چاہتا تھا کہ سر مبارک تن سے جدا کر کے فوراً حاصل کر لے تا کہ انعام واکرام کے مستحق ہوں، لیکن جرأت نہیں پڑتی تھی آخر سنان بن انس ہی نے سر مبارک تن سے جدا کیا اور لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر لاشوں کو پامال بھی کیا۔

• • •

تاریخ مکن پور شریف
اور مشائخ سلسلہ مداریہ

قطب دوراں ولی کامل عارف باللہ
حضرت ابراہیم علی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ
عرف چیتن شاہ ولی مداری

از۔ ابوالمشرب سید مقتدا حسین مداری

ہمارے ملک ہندوستان میں ہزاروں صوفی سنت اور خدا رسیدہ بزرگ ہر دور اور ہر زمانے میں جنم لیتے رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہیں بزرگوں کی خدمات جلیلہ نے ہمارے ملک کو امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ انسانیت کی بے لوث خدمت، برائیوں کے خلاف آواز حق بلند کرنا، لوگوں کو گناہوں سے بچانا، نیک راستوں پر گامزن رہنے کی تلقین کرتے رہنا اور گناہوں کے اندھیروں میں اسلام کی روشنی پھیلانا ان بزرگوں کا مقصد حیات رہا ہے۔

نویں صدی ہجری کے نصف اوّل کا زمانہ روہیلکھنڈ اور اس کے اطراف وجوانب کیلئے نہایت انقلابی دور رہا ہے۔ مغل بادشاہ بابر کے پے در پے حملوں، سرکشوں کی سرکوبی اور میوات سے لیکر قنوج تک روہیلکھنڈ کے مختلف علاقوں اور سنبھل سے لیکر علی گڑھ تک ہر چہار جانب نہایت ہنگامہ خیز حالات تھے۔ کتاب تاریخ فرشتہ جو کہ تاریخ کی سب سے مستحکم تاریخ ہے، اس کے مؤلف محمد قاسم فرشتہ نے ص:604 پر ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''آگرے کی طرف واپسی کے وقت بابر نے شہزادہ ہمایوں کو کابل اور بدخشاں کے انتظام اور بلخ کی فتح کیلئے روانہ کیا۔ حسین خان، دریا خاں اور قطب الدین خاں کی سرزنش کیلئے جو کہ اٹاوہ کے علاقوں میں تھے محمد علی خنگ کو روانہ کیا۔ دریان خاں روہیلکھنڈ کے جنگلوں میں جا چھپا اور دوسرے باغی قنوج کی طرف بھاگ گئے۔ ۹/ذی الحجہ 943ھ میں بادشاہ بابر نے سنبھل اور آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر کے پورے علاقے میں انقلاب پیدا کر دیا تھا''۔

سنبھل سے بریلی تک کوئی جگہ جنگوں اور لوٹ مار سے خالی نہ تھی۔ جگہ جگہ بغاوتیں اور باغیوں کی سرزنش اور ان کی سرکوبی کیلئے لڑائیاں ایک عجیب سا ماحول تھا۔

ہم جس تاریخی مقام کے تعلق سے اپنا زاویہ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اسی علاقہ کا ایک حصہ ہے۔ میری تحقیق ضلع بریلی کی تحصیل بہیڑی کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''پدمی مدنا

پور'' سے تعلق رکھتی ہے۔ جو نہایت جنگلات سے گھرا ہوا شہر کی آبادی سے بہت دور ایک موضع ہے۔ اگر چہ جغرافیائی نقطۂ نظر سے اس علاقے کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں رہی ہے مگر جس دن سے اس جنگل میں سلسلہ عالیہ مداریہ کے عظیم بزرگ حضور ابراہیم علی شاہ عرف چیتن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا قدم رنجہ فرمایا تو یہ زمین شعائر اللہ بن کر چمکنے لگی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس مقام پر اللہ کا نیک بندہ کوئی ولی کامل آرام فرما ہو وہ مقام اللہ کی نشانی بن جاتا ہے۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جس مقام پر آج حضور ابراہیم علی شاہ عرف چیتن شاہ مداریؒ کا آستانہ ہے یہاں دور دور تک بڑا وسیع جنگل تھا۔ جنگل سے کچھ فاصلے پر چھوٹی چھوٹی سی بستیاں آباد تھیں۔ حکومت کی ناپائیداری اور پورے علاقے کے انقلابی ماحول سے لوگوں کا رہن سہن بالکل تنگ ہو گیا تھا۔ زندگی کے تمام ذرائع اور وسائل مفقود ہو کر رہ گئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان جنگلوں اور آبادیوں میں ڈاکوؤں اور لٹیروں کی حکومت چلتی تھی۔

بہت قدیم کتابوں میں پہلا واقعہ یہ ہے موقع پدمی مدنا پور کے جنگلات میں ایک ڈاکوؤں کا خطرناک گروہ تھا۔ اس میں ایک شخص ''لاکھن سنگھ'' یا ''ماکھن سنگھ'' نام کا بڑا ہی شاطر قسم کا ایک ڈاکو تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ اتنا خطرناک طبیعت کا تھا کہ سیدھے سچے انسانوں کا بے مقصد قتل عام کرنا اور مقتول کی لاشوں کو پامال کر دینا اس کا شوق سا تھا۔ اس کی دہشت سے پورا علاقہ کانپ جاتا تھا اور وہ ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ جنگل میں رہتا تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ کچھ تذکرہ نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ اس جنگل میں ایک نہایت قوی ہیکل دیو رہتا تھا (کوئی شاطر قسم کا جن) کیوں کہ مذہب اسلام میں جناتوں کے جو تذکرے ملتے ہیں ان سے اس قسم کے واقعات کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔

وہ زبوں شمائل اور دیو ہیکل جن اس قدر خطرناک تھا کہ رات کی تنہائیوں میں جب بستیوں میں لوگ نیند کی آغوش میں ہوتے یہ بڑی تیز تیز آوازیں نکالتا تھا اس کی بھیانک آوازوں میں اس قدر خوف تھا کہ لکھا ملتا ہے کہ حاملہ عورتوں کے حمل تک ساقط ہو جاتے تھے۔ قریب کی آبادیوں میں لوگ ڈر کے ایک دوسرے کو آواز دینے لگتے اور بتاتے کہ دیکھو وہ خطرناک جن کی آوازیں آرہی ہیں۔

مؤخر الذکر واقعہ سے یہ بات تو ثابت ہے کہ یہ کوئی شرارتی جن رہا ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام کی تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں جناتوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔ اور جو اس نعمت سے محروم رہے وہ خبیثات بن کر لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کا کام کیا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ بارگاہ مدار العالمین میں بہت سے اجنا کی ڈیوٹی لگتی ہے۔ وقتاً فوقتاً اس قسم کے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں جب کسی نہ کسی جن سے بزرگوں سے ملاقات ہوتی اور وہ جن یہ بتاتا تھا کہ میری ڈیوٹی قطب المدار کی بارگاہ میں ہے۔

چونکہ نویں صدی ہجری کا زمانہ ایسا دور ہے کہ جب پورے ملک ہندوستان میں صرف اور صرف سلسلہ عالیہ مداریہ کا سورج چمک رہا تھا۔ اور اس کی ضیا بار کرنوں سے ہندوستان کے ہر حصہ ارضی کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا تھا۔ حضور مدار العالمینؒ کے اجتہادی سفر اور تبلیغ اسلام کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اسلام کا ہر شیدائی روحانیت کے اس پیشوا کے احسان تلے دبا ہوا تھا۔ اور گھر گھر گلی گلی حضور مدار پاک کی ولایت کا ڈنکا بج رہا تھا۔

ایسے خوشنما ماحول میں ''پدی مدنا پور'' اور بریلی کے اطراف وجوانب میں بھی مدار پاک کی ولایت کا شور سنائی دے چکا تھا۔ علاقے کے کچھ لوگ جمع ہوئے اور باہمی مشورہ کیا کہ ہمارے علاقے کو اگر اس بلا اور وبا سے کوئی بچا سکتا ہے

تو وہ شخصیت مدار پاک کی ہے کیوں کہ بڑے بڑے لوگوں سے سنا ہے کہ اس قسم کے جنات وغیرہ حضور مدار پاک کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔

غرض کہ کچھ لوگوں کا ایک وفد پیدل سفر کر کے مکن پور شریف پہنچا۔ خانقاہ شریف میں موجود ایک قلمی دستاویز ''بہار خمسہ'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''بریلی کے علاقہ سے ایک جماعت اپنی کچھ معروضات لیکر مدار پاک کی خدمت میں آئی۔ یہ ۸۳۸ھ کا زمانہ تھا یعنی حضور مدار پاک کے وصال سے تقریباً کچھ ہی دن پہلے''۔ آگے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے جب اپنی عرضیاں پیش کیں تو حضور مدار پاک نے ان لوگوں کو حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی کے حوالے کر دیا۔

تذکرہ نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی نے وفد کے لوگوں سے کچھ دن وہیں بارگاہ قطب المدار میں ٹھہرنے کیلئے کہا۔ اور وہ لوگ وہیں ٹھہر گئے۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ حضور مدار العالمینؒ نے وصال فرمایا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ کچھ ایام تک تو بڑا عجیب سا ماحول رہا۔ کرب والم، یاس وغم اور رنجیدہ ماحول سے فضائیں گونج اٹھی تھیں۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان لوگوں نے واپس اپنے وطن آنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی نے ان لوگوں کے ہمراہ حضرت ابراہیم علی شاہ عرف چیتن شاہ ولی لنکا پتی کو روانہ کر دیا۔

حضور ابراہیم علی عرف چیتن شاہ ولی کون تھے؟

عام طور پر حضرت ابراہیم علی شاہ عرف چیتن شاہ ولی کو لوگوں نے حضور مدار پاک کا مرید و خلیفہ ہونا لکھا ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں کتاب ''گوہر آبدار'' مصنف مولانا احمد عمر بدھولیا بریلی اور دوسری کئی کتابوں میں حضرت چیتن شاہ ولی کو مدار پاک کا خلیفہ لکھا ہے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ اس طرح بھی ملتا ہے جس کو جدید مدار اعظم میں بھی قدیم کتابوں کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے۔

جب حضور مدار پاک مکن پور شریف تشریف لائے یعنی ۸۱۸ھ میں تو علاقہ میں ایک بہت بڑے ڈاکو کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی۔ اس لٹیرے نے جب پتہ لگایا تو عجیب سا ہیجان اس کے دل پر چھا گیا اور خوف وحراس میں مبتلا ہو گیا کیوں کہ اس کے ساتھیوں نے بتایا کہ یہ ایسے بزرگ ہیں جو ہر ایک کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں اور تم کو بھی نام لیکر بلایا ہے۔ وہ شخص حضور مدار پاک کی خدمت میں اپنا سب لوٹا ہوا سامان سونا وغیرہ لیکر حاضر ہوا اور آپ کی باتوں سے اتنا متاثر ہوا کہ لوٹا ہوا سونا آپ کے قدموں پر رکھ کر کہا کہ بابا اسے قبول کر لیجئے۔ حضور مدار پاک نے حضرت چیتن شاہ ولی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت چیتن شاہؒ نے اس شخص سے کہا کہ اپنی آنکھیں بند کر لے اور تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اب آنکھیں کھول لے۔

اس لٹیرے نے جب آنکھیں کھولیں تو جس چیز کو وہ دیکھتا وہ سونے کی نظر آتی وہ حیران ہو کر قدموں پر گر گیا اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کی نیز داخل اسلام ہو کر کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ مگر اس واقعہ کے برعکس جو تاریخ ہے وہ کچھ اور بیان کرتی ہے۔

ان واقعات کی تردید و تنقیص کرنا مقصود خاطر نہیں ہے مگر تاریخی حقائق کو سامنے لانا حق ودیانت کی پاسداری کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔ تاریخی حقائق میں اختلاف رائے ہونا کوئی منافی امر نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علی شاہ عرف چیتن شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ حضور سید جمال الدین جانمن جنتی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ کیوں کہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور سبھی تاریخ دانوں نے اپنی کتابوں میں جہاں چیتن شاہ کا ذکر کیا

توان کے نام کے ساتھ ''لنکا پتی'' لفظ ضرور لکھا ہے ویسے تو لگتا یہ ہے کہ یہ کوئی ایسا لفظ ہے جو ان کے نام کا کوئی حصہ ہے۔ مگر سلسلہ عالیہ مداریہ کی تاریخ سے واقف لوگوں کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ لنکا پتی لکھنے والے جمال الدین جانمن جنتی کے مرید و خلیفہ ہوتے ہیں۔

سلسلہ دیوانگان لنکا پتی

حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اجل حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی سے جو سلسلہ جاری ہوا وہ دیوانگان کہلایا۔ سلسلہ عالیہ مداریہ کے تمام ملنگان ذیشان دیوانگان مداریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ گروہ عاشقان اور سلسلہ خادمان میں ملنگان حضرات ہوئے ہیں مگر ملنگان حضرات کے سلسلہ کا اجراء حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی سے ہی ہے۔ اور انہیں کو اولیت وافضلیت حاصل رہی ہے۔

سلسلہ دیوانگان سے 72 شاخیں نکلی ہیں۔ جیسے دیوانگان حسینی، دیوانگان سلطانی، دیوانگان رشیدی، دیوانگان آتشی، دیوانگان جمشیدی، دیوانگان ماہی یوت، دیوانگان سدوشاہی، دیوانگان لنکا پتی وغیرہم۔ اس طرح ان بہتر شاخوں میں ہر ایک شاخ سے وابستہ افراد میں سیکڑوں برس سے اب تک نہ جانے کتنے ایسے مستحکم بزرگ ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے بڑے مقام و مرتبے سے نوازا اور ان کی خدمات جلیلہ سے اس روئے زمین پر لاکھوں لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ ہنوز یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

حضرت چیتن شاہ ولیؒ کا شجرہ

حضرت ابراہیم علی عرف چیتن شاہؒ، حضرت سید جمال الدین جانمن جنتیؒ، حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ، حضرت بایزید پاک بسطامی عرف طیفور شامیؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضور سرور کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت چیتن شاہ ولی کو مؤرخین نے شاہ برادری کے تعلق سے مولیٰ علی کی اولاد میں لکھا ہے۔

لفظ چیتن کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

حضرت ابراہیم علی شاہؒ کے آبائی وطن کا ذکر بہت تلاش کرنے پر بھی نہیں حاصل ہو سکا مگر جو تاریخ ان کی زندگی کا حصہ ہے وہ اس طرح ملتی ہے کہ آپ بچپن سے نہایت ہوش مند شخصیت کے مالک تھے۔ لوگ آپ کی ہوشمندی سے خوش ہو کر آپ سے کہتے تھے کہ اے ابراہیم علی آپ اپنے ہر معاملے میں نہایت چیتنا (ہوشمندی) کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ چونکہ یہ خالص ہندی لفظ ہے اور ہندوستان میں رہ کر ہندی زبان کے الفاظ اکثر لوگوں کے نام کا حصہ ہیں۔ جیسے بابا رتن رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ اسی لئے لوگ انہیں چیتنا والے کہنے لگے۔ دھیرے دھیرے یہ لفظ ان کے نام اور پہچان کا حصہ بن گیا۔

شرارتی جن یا دیو

مدنا پور گاؤں کے لوگوں میں جو خوف تھا وہ ڈر کی وجہ سے جن کی ہر آواز کو دیو کی آواز کہتے تھے۔ جب حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی نے اس علاقہ میں ان جناتوں کی سرکوبی کیلئے حضرت چیتن شاہؒ کو یہاں بھیجا۔ تو سب سے پہلے حضرت چیتن شاہؒ نے دریا کے بالکل کنارے پر اپنی کٹیا بنائی اور لوگوں کو اپنے اپنے گھروں میں چلے جانے کو کہا بس ایک خادم خاص کو اپنے ساتھ رکھنا پسند فرمایا۔

رات کے اس بھیانک سناٹے میں دریا کے کنارے گھنے جنگل میں اللہ کا یہ برگزیدہ بندہ عبادت الٰہی میں مصروف

تھا۔ دور آبادی میں مخلوق خدا نیند کے آغوش میں تھی۔ اسی وقت ایک حولناک آواز نے پورے علاقے کو ہلا کر رکھ دیا۔ آواز اتنی مہیب اور ڈراونی تھی کہ لوگ نیند سے بیدار ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عین اسی وقت ولی کامل عارف باللہ حضرت چیتن شاہؒ نے اس جن کو اس کا نام لیکر آواز دی۔ کسی انسان کی زبان سے اپنا نام سن کر وہ جن حیرت زدہ ہو کر حیران رہ گیا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک لمحہ میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں حضرت چیتن شاہؒ عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ پہلے تو اس دیو ہیکل جن نے حضرت چیتن شاہؒ کو ڈرانے اور دھمکانے جیسے جملوں کا استعمال کیا مگر ان کے جلال اور ہیبت کے آگے اس کی آواز گم ہو گئی۔ وہ حضرت کی زبان سے اپنا نام سن کر پہلے سے خوفزدہ سا تھا۔

حضرت چیتن شاہؒ نے اس شرارتی جن سے کلام فرماتے ہوئے کہا کہ خالق کائنات نے قرآن پاک میں واضح لفظوں میں فرمایا ہے کہ ''وما خلقت الجن والانس الالیعبدون'' بیشک میں نے انسانوں اور جناتوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کون سی شئی ہے جو تجھ کو مخلوق خدا کو پریشان کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ اگر اللہ نے تجھ کو بے حساب طاقت سے نوازا ہے تو اللہ کی مخلوق کے کام آنے [illegible] یہ پیدا کر ورنہ بہت جلد خاک میں مل جائے گا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اس دیو ہیکل جن کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے توبہ کی اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور حضرت چیتن شاہؒ کے دست مقدس پر ایمان لے آیا۔ وعدہ کیا کہ آج کے بعد آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ جب آبادی کے لوگوں نے اس رات کے بعد کوئی آواز نہ سنی تو دوڑ کر حضرت چیتن شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ سن کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا کہ حضور آپ نے جس مقام پر بیٹھ کر اللہ کی عبادت کی اور ایک بہت بڑی مصیبت سے ہم سب کو نجات دلائی ہے تو آپ یہیں مستقل قیام فرمائیں جہاں تک آپ کا جی چاہے وہاں تک ساری زمین آپ کے نام وقف کر دی جائے گی۔ آپ نے لوگوں کی رائے کو بہتر جانا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ تقریباً 106 سال کی عمر میں یعنی 904ھ میں آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

حضرت چیتن شاہؒ کی خانقاہ کے گدی نشین عرصہ دراز سے اب تک گاؤں مدناپور میں آباد ہیں جن کا تعلق شاہ برادری سے ہے۔ وہی حضرات آپ کی خانقاہ کے مکمل نظام اور خانقاہ کی جائیداد کے مالک ومختار ہیں دوسرا کوئی نہیں ہے۔

بے حد خوشی کی بات یہ ہے کہ کافی دنوں سے حضرت چیتن شاہؒ کی درگاہ کے گدی نشین ایک نہایت سلیم الطبع اور بردبار فرد جناب حیدر علی شاہ ملنگ اس آستانہ پاک کی نگرانی اور یہاں کے خانقاہی نظام کو روز افزوں ترقیوں سے ہمکنار فرما رہے ہیں۔

جناب حیدر علی شاہ مداری اس خانقاہ کے سجادہ نشین اور گدی نشین ہیں۔ آپ کو بابا مستقیم علی شاہ عرف مسکین بابا سلسلہ عالیہ مداریہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ حضرت معصوم علی شاہ ملنگ مداری نے جناب حیدر علی شاہ کو طریقت کے راستوں کی سب سے مشکل منزل طریق سے بھی نوازا ہے۔ اس طرح جناب حیدر علی شاہ ملنگ بھی ہیں اور چیتن شاہؒ کی درگاہ کے گدی نشین بھی ہیں اس لئے خانقاہ عالیہ چیتن شاہؒ کی تمام تر ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتے ہوئے خانقاہ کی تعمیر وترقی میں خوب اضافہ فرما رہے ہیں۔

فقط ابوالمشرب

۱۶/ذیقعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۵/مئی 2024ء

بروز سنیچر

• • •

فتاویٰ رضویہ کی تدوین و تحقیق

مولانا ہاشم بدیعی مصباحی

مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ جن کی نگرانی میں دارالاشاعت مبارک پور کے زیر اہتمام فتاویٰ رضویہ کی تدوین وطباعت کا مرحلہ طے ہوا۔ تیسری جلد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسائل مبوب اور مفصل نہ تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہلی دفعہ تیار ہوئی تھی'' ۔ بلکہ نقل در نقل ہوتے ہوتے موجودہ رجسٹر چوتھی نقل ہے۔ مزید برآں کچھ اوراق کی کتابت بھی ہو چکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آسکی۔ اس کی اصل مفقود، صرف کاپیاں موجود ہیں۔ ہم (مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی) موصوف کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو اپنی بساط بھر مبوب و مفصل کر کے مبیضہ کیا۔ بعض اوراق کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا، ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی۔ جہاں تک ماسبق و مالحق سے عبارت بن سکتی تھی، بنادی گئی اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑ دی گئی ہے۔

فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص: ر، عرض حال، محررہ ۲۷ر جولائی ۱۹۹۱ء مطبوعہ رضا اکیڈمی)

جلد پنجم کے بارے میں مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس جلد میں بھی کتاب الطلاق دست استعمال کی دراز اور کیڑوں کی دستبرد سے اس درجہ خستہ اور کرم خوردہ ہو گیا ہے کہ پوری کتاب میں ۲۷ر جگہ کرم خوردہ ہے۔ ہم نے الگ سے چارٹ لگانے کے بجائے اصل موقع پر ہی نشان دہی کر دی ہے اور دس جگہ اندازے سے درست کر دیا گیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد پنجم، ص: ۲۵، عرض حال، محررہ ۲۱ر صفر ۱۳۹۷ھ مطبوع رضا اکیڈمی) (ممبئی، ۱۹۹۷ء)

غالباً ترتیب وتدوین کو انہی مشکلات و مضمرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سابق صدر افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

'' جدید مطبوعہ فتاویٰ رضویہ پر اصولی حیثیت سے مکمل اعتماد میں مجھے تردد ہے۔ کسی مصنف کی کتاب پر مکمل اعتماد اس وقت درست ہے جب کہ وہ مصنف کی تحریر کے وقت سے لے کر اشاعت کے وقت تک عادل، ثقہ، تام الضبط کی تحویل میں مکمل طور پر محفوظ اور مضبوط رہی ہو، جس پر مکمل بحث خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حجب العوارعن مخدوم بہار اور الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجدۃ التحیۃ میں فرمائی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخے کس حال میں رہے اور کہاں کہاں گشت کرتے رہے اور کیسے مسودہ سے مبیضہ ہوا، اس کی داستان بہت دل خراش ہے۔ (شعور نظر، ڈاکٹر شکیل اعظمی، ص: ۲۹۲، برکات اکیڈمی گھوسی ۲۰۱۲ء)

فتاویٰ رضویہ کی بارہویں جلد مصنف کے وصال کے تقریباً 76 سال بعد شائع ہوئی، یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی اقتدار حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رضویہ میں الحاق وتحریف کو ثابت کیا ہے۔

● ● ●

ایک المناک داستان
کلام انیس کے آئینہ میں
حضرت فاطمہ صغریٰ کا کردار

محترمہ شہناز نقوی کی قلم سے

تاریخ کربلا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی تین بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی حضرت فاطمہ کبریٰؑ ہیں، جن کا عقد ایک روایت کے مطابق امام حسنؑ کے بیٹے حضرت قاسمؑ کے ساتھ کربلا میں ہی انجام پایا تھا۔ بی بی فاطمہ کبریٰ سے چھوٹی بی بی فاطمہ صغریٰ ہیں۔ اور سب سے چھوٹی بی بی سکینہ ہیں۔ جن کا انتقال قید کے دوران زندانِ شام میں ہوا تھا۔

ہم اس وقت امام عالی مقام کی اس صاحبزادی کے بارے میں ہی گفتگو کریں گے جس کا نام فاطمہ صغریٰ تھا جس وقت امام حسینؑ نے اپنے سفر منزل حق کا آغاز کیا تھا۔ تو ان کی صاحبزادی شدید علیل تھیں۔ اس وقت کے سفر میں ہونے والی مصیبتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینے میں ہی چھوڑ دیا تھا بزرگ خواتین میں سے جناب عباسؑ کی والدہ بی بی ام البنین اور ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ ان کے پاس رہ گئی تھیں۔

میر انیس نے اپنے متعدد مرثیوں میں ان تینوں عالی مرتب خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہر ایک کی انفرادی حیثیت کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

روایات کے مطالعہ سے اس کا علم نہیں ہو پاتا کہ واقعۂ کربلا کے دوران حضرت فاطمہ صغریٰ کی عمر کیا تھی؟ انیس نے بھی اپنے کلام میں اس ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن بات چیت کا انداز پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی فاطمہ صغریٰ کی اس منزل پر تھیں جہاں بچپن کی رخصت ہوتی ہے اور شباب کی آمد جہاں بچپن کا انداز تو پایا جاتا ہے لیکن لب ولہجہ میں پختگی نہیں آپاتی۔

روایات کے مطابق چونکہ وہ عرصہ سے بیمار تھیں اس لئے ان کے مزاج میں زندگی سے مایوسی اور اپنے اوپر رحم کھانے کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے جو ایک فطری عمل ہے۔ میر انیس نے اس کو بڑی ہی چابکدستی اور فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

میر انیس نے جتنے بھی مرثیوں میں بی بی فاطمہ صغریٰ کا ذکر کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی اپنے بھائیوں کو

چاہنے والی باپ کی عاشق اور کنبے کی فدائی تھیں۔لیکن بہر حال اللہ کی مرضی پر سر جھکانے والی بھی تھیں۔اس لئے جب امامؑ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کا سفر میں جانا مناسب نہیں تو خاموشی کے ساتھ اسے منظور کر لیتی ہیں۔

بی بی فاطمہ صغریٰ کی امام سے رخصت، بھائیوں سے رخصت اور دیگر اعزا سے رخصت کا سماں جہاں جہاں میر انیسؔ نے پیش کیا ہے وہاں پر ان کی مکالمہ نگاری اور جذبات نگاری اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔

امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہونے کے لئے تمام تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔مگر مصلحت کے پیش نظر یہ باتیں حضرت فاطمہ صغریٰ سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔امام اپنی اس بیمار بیٹی کو ضعیف نانی ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ کے حوالہ کر کے جا رہے ہیں۔اور اپنی والدہ محترمہ حضرت ام البنین کو بھی چھوڑے جا رہے ہیں۔امامؑ چاہتے ہیں کہ بیٹی سے چھپ کر روانہ ہو جائیں۔جب اہل حرم اونٹوں پر سوار ہونے لگتے ہیں تو حضرت فاطمہ صغریٰ کی ماں گھبرا کر آواز دیتی ہیں ؎

غش ہو گئی ہے فاطمہ صغریٰ مری پیاری

اور پھر کہتی ہیں کہ ؎

اس حال میں کس طرح سے بیمار کو چھوڑوں

یہ ایک ایسی ماں کا بیان ہے جو اپنی بیمار بیٹی کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔

میر انیسؔ نے انتہائی سچی اور فطری تصویر کشی کی ہے۔ بی بی فاطمہ کبریٰ اور بی بی سکینہ چونکہ امامؑ کے ساتھ ہی سفر پر جا رہی ہیں اس لئے وہ بھی بہن کی جدائی کے خیال سے پریشان و مضطرب ہیں۔

چلاتی تھی کبریٰ کہ بہن آنکھیں تو کھولو
کہتی تھی سکینہ کہ بہن منھ سے تو بولو

چونکہ بی بی سکینہ معصوم اور ناسمجھ ہیں اس لئے وہ ہر بات کہہ دیتی ہیں۔

ہم جاتے ہیں تم اٹھ کے بغل گیر تو ہو لو
چھاتی سے لگو باپ کی دل کھول کے رو لو
افسوس اسی طور سے غفلت میں رہو گی
کیا آخری بابا کی زیارت نہ کرو گی!

یہ انسانی فطرت ہے کہ بیمار بچے سے اور بچوں کے مقابلہ میں زیادہ الفت ہوتی ہے۔امام عالی مقامؑ بھی اپنی اس بیمار بیٹی سے انتہائی محبت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح سے چھوڑ کر جانا بہت تکلیف دہ ہے مگر مقصد کی لگن ہر جذبہ پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔لیکن جذبۂ پدری سے مجبور ہو جاتے ہیں۔

سن کر یہ سخن شاہ کے آنسو نکل آئے
بیمار کے نزدیک گئے سر کو جھکائے
منہ دیکھ کے بانو کا سخن لب پہ یہ لائے
کیا ضعف و نقاہت ہے خدا اس کو بچائے
جس صاحبِ آزار کا یہ حال ہو گھر میں
دانستہ بھی کیونکر اسے لے جاؤں میں سفر میں

امام عالی مقامؑ جس انداز میں مادر جناب فاطمہ صغریٰ سے نہ لے جانے کا عذر پیش کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ماں کی مامتا کا بھی پورا پورا احساس ہے۔

کہہ کر یہ سخن بیٹھ گئے سید خوش خو
اور سورۂ الحمد پڑھا تھام کے بازو
بیمار نے پائی گل زہرا کی جو خوشبو
آنکھوں کو تو کھولا ٹپکنے لگے آنسو
ماں سے کہا مجھ میں جو حواس آئے ہیں اماں
کیا میرے مسیحا میرے پاس آئے ہیں اماں

بی بی فاطمہ صغریٰ ماں اور باپ کے چہرے دیکھ کر سہم لیتی ہیں کہ آج سب لوگ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں لیکن دل کی بات کو فوراً کہہ بھی نہیں سکتی ہیں۔آخر مجبور ہو کے کہتی ہیں۔

وہ کون سا ساماں ہے جو یوں روئے ہیں بابا
کھل کر کہو کیا مجھ سے جدا ہوتے ہیں بابا

پھر اپنے چاروں طرف نظر ڈالتی ہیں تو گھر میں سناٹا نظر آتا ہے تو خود ہی سمجھ جاتی ہیں ۔

یہ گھر کا سب اسباب گیا کس لئے باہر
نے فرش نہ ہے مسندِ فرزند دپیمبرؐ
دالان سے کیا ہوگیا گہوارۂ اصغر
اجڑا ہوا لوگو نظر آتا ہے مجھے گھر

اور اس بند کی بیت کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جیسے واقعی مریضہ سے برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہے ۔

کچھ مجھ سے تو بولو مرادم گھٹتا ہے اماں
کیا سبط پیمبرؐ سے وطن چھٹتا ہے اماں

بی بی صغریٰ کی یہ باتیں سن کر امام عالی مقام انہیں واضح طور پر تمام باتیں بتادیتے ہیں ۔

بیٹی سے یہ فرمانے لگے سید مظلوم
پردہ رہا کیا اب تمہیں خود ہوگیا معلوم
تم چھٹتی ہو اس واسطے روتے ہیں صغرا
ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغرا

امام عالی مقامؓ انتہائی نرمی سے وہ تمام حالات بتارہے ہیں کہ جس کے تحت سفر درپیش ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خاندان رسالت کی بیٹی ہے راضی بہ رضا رہنا اس کی فطرت ہے۔

اب شہر میں ایک دم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار
میں پابہ رکاب اور ہو تم صاحبِ آزار
پھر آتا وہ گھر میں سفر میں ہو جو بیمار
تکلیف تمہیں دوں یہ مناسب نہیں زنہار
غربت میں بشر کے لئے سو طرح کا ڈر ہے
میرا تو سفر رنج ومصیبت کا سفر ہے

بچی کو سفر میں نہ لے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سفر انتہائی دشوار گزار اور دقت طلب ہے ۔

لُو چلتی ہے، خاک اڑتی ہے، گرمی کے ہیں ایام
جنگل میں نہ راحت نہ کہیں راہ میں آرام
بستی میں کہیں صبح تو جنگل میں کہیں شام
دریا کہیں، حائل کہیں پانی کا نہیں نام
صحت میں گوارا ہے جو تکلیف گزر جائے
اس طرح کا بیمار نہ مرتا تو مر جائے

لیکن بی بی فاطمہ صغریٰ کسی طرح بھی خاندان سے جدا ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ان کی بیماری جلد ختم ہو جائے گی لیکن سب سے جدا ہوکر رہنا ان کے لئے دشوار ہے اس لئے مختلف طریقوں سے امامؓ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہی ہیں ۔

صغریٰ نے کہا کھانے سے خود ہے مجھے انکار
پانی جو کہیں راہ میں مانگوں تو گناہ گار
گرمی میں بھی راحت سے گزر جائے گی بابا
آئے گا پسینہ تپ اتر جائے گی بابا
کیا تاب اگر منہ سے کہوں، درد ہے سر میں
اف تک نہ کروں بھڑ کے اگر آگ جگر میں
بھولے سے بھی شب کو نہ کراہوں گی سفر میں
قربان گئی چھوڑ نہ جاؤ مجھے گھر میں
ہو جانا خفا راہ میں گر روئے گی صغرا
یاں نیند کب آتی ہے جو واں سوئے گی صغرا
وہ بات نہ ہوئے گی جو بے چین ہوں مادر
ہر صبح میں پی لوں گی دوا آپ بنا کر

پھر بے قرار ہوکر امام سے کہتی ہیں ۔

میں یہ نہیں کہتی کہ عماری میں بٹھادو
بابا مجھے فقہ کی سواری میں بٹھادو

امام حسینؑ بیٹی کی گریہ وزاری سے متاثر ہوتے ہیں
باپ کا دل ہے بیٹی کی حالت دیکھ کرتڑپ اٹھتا ہے ۔

شہ بولے کہ واقف ہے مرے حال سے اللہ
میں کہہ نہیں سکتا مجھے درپیش ہے جوراہ
کھل جائے گا یہ راز بھی گوتم نہیں آگاہ
ایسا بھی ہے کوئی جسے بیٹی کی نہ ہو چاہ
ناچار یہ فرقت کا الم سہتا ہوں صغرا
ہے مصلحتِ حق یہی جو کہتا ہوں صغرا

گھر کے تمام افراد اشکبار بی بی صغریٰ سب کے چہرے پرنظرڈالتی ہیں۔ ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سب ان کی بیماری کی وجہ سے ان سے کترارہے ہیں آخر وہ شکایت کے انداز میں مخاطب ہوتی ہیں ۔ میر انیس نے کتنے فطری انداز میں اس موقع کی تصویر کشی کی ہے ۔

بابا کو نہ اماں کو نہ بہنوں کو مری چاہ
سب جیتے رہیں، خیر ہمارا بھی ہے خدا
کیا خلق میں لوگوکوئی ہوتا نہیں بیمار
ہے کون سی تقصیر جوسب ہوگئے بیزار
زندہ ہوں پرمردے کی طرح ہوگئی دشوار
کیوں بھاگتے ہیں سب مجھے ہے کون سا آزار
حیرت میں ہوں باعث مجھے کھلتا نہیں اس کا

حضرت علی اکبراور بی بی فاطمہ صغریٰ کی محبت مثالی محبت تھی تقریباً ہر مرثیہ گوشاعر نے اس مضمون کواپنے اپنے انداز میں نظم کیا ہے۔ مگر میر انیس کا انداز سب سے جدااوردل میں اتر جانے والا ہے۔

دیکھئے اس موقع کی کتنی سچی تصویر کشی کی ہے میر انیس نے حضرت علی اکبر سفر کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اس لئے بہن کے پاس نہیں آسکے۔ لیکن بیمار بہن یہ خیال کرتی ہے کہ شاید بھیا بھی اورلوگوں کی طرح میری بیماری کی وجہ سے مجھ سے بیزار ہیں۔ یہی سوچ کر شکایت کے انداز میں کہتی ہیں ۔

ہمشیر کے عاشق ہیں سلامت رہیں اکبر
اتنا نہ کہا مرگئی یا جیتی ہے خواہر
میں گھر میں تڑپتی ہوں وہ ہیں گھر سے باہر
وہ کیا کریں برگشتہ ہے اپنا ہی مقدر
پوچھا نہ کسی نے کہ وہ بیمار کدھر ہے
نے بھائیوں کو دھیان نہ بہنوں کو خبر ہے

مگر جب حضرت علی اکبردل ملول افسردہ گھر میں آتے ہیں ۔

بیاں ذکر یہ تھا آئے جو روتے ہوئے اکبر
سرخ آنکھیں تھیں اور زرد تھا غم سے رُخِ انور

تو خود بخود بی بی صغریٰ کے تمام گلے شکوے دور ہوجاتے ہیں ۔

چلائی بہن بھائی کی چھاتی سے لپٹ کر
اس سینے کے ان ہاتھوں کے قربان یہ خواہر
فریاد ہے بے موت بہن مرتی ہے بھائی
تقدیر ہمیں تم سے جدا کرتی ہے بھائی

میر انیس نے ماں اور بیٹی کے رخصت ہونے کا منظر انتہائی مختصرلیکن جامع انداز میں پیش کیا ہے ۔

بیکس میری بچی ترا اللہ نگہبان !
صحت ہو تجھے مری دعا ہے یہی ہر آن

حرم محترم اونٹوں پر سوار ہو چکے ہیں۔ بی بی صغریٰ سب سے آخری بار ملنے کے لئے اونٹوں کے قریب آتی ہے تو دکھ کی ماری ماں اپنادرد چھپا کرصرف اتنا ہی کہتی ہے ۔

میں صدقے گئی اب نہ کرو گر یہ و زاری
اصغر میرا روتا ہے صدا سن کے تمہاری

اس طرح یہ قافلہ مدینے سے روانہ ہوا۔امامؑ پہلے مکہ گئے اور پھر وہاں سے کربلا پہنچے اسی کربلا کے میدان میں امام عالی مقامؑ کے چند بھوکے پیاسے حق پرست ساتھیوں اور یزید کی فوجوں میں وہ معرکہ ہوا کہ جوآج تک انسانیت کوخون کے آنسو بہانے پرمجبور کررہا ہے۔۱۰ار

محرم ۶۱ھ کو امامؑ اوران کے تمام رفقاء امام زین العابدین کے علاوہ داد شجاعت دیتے ہوئے حق کی راہ میں شہید کردیئے گئے۔ان کے اہل حرم کولوٹ لیا گیا اور انہیں دیار بہ دیار بے مقنع وچادر پھرایا گیا اور پھر زندان شام میں ایک طویل مدت کے لئے قید کردیا گیا۔لیکن بیمار صغریٰ کوان حالات کی کیا خبر۔وہ اب بھی سب کی واپسی کی آس میں ہے ہر وقت سب کو یاد کرتی ہے اس یاد نے اسے بیکسی کا مرقع بنادیا ہے ۔

جینے سے غام شاہ میں بے زار تھی صغرا
تنہائی کی آفت میں گرفتار تھی صغرا
غش رہتاتھا اس طرح کی بیمار تھی صغرا
ہوش آتا تو کرتی یہی گفتار تھی صغرا
کہتے تو ہیں سب کڑھتی ہو کیوں آئیں گے بابا
غم یہ ہے کہ جیتا نہ ہمیں پائیں گے بابا

بی بی صغریٰ کی اس بیقراری کو دیکھ کر جناب ام سلمیٰ انہیں ان الفاظ میں تسلی دیتی ہیں کہ ۔

میں زیست بسر کرچکی اب دن ہیں سفر کے
تم بچی ہو جیتی رہو سائے میں پدر کے

ایک طویل عرصہ کے بعد اہل حرم قید سے چھٹے مدینے واپس آئے ،شہر میں ایک حشر سا بپا ہے صغریٰ کو کیا خبر کہ جن کے دیدار کی تمنا میں اب تک جی رہی ہے وہ تو پیوند زمین ہوچکے۔اب تو چند بے سہارا اور ایک بیمار بھائی ہے ماں اپنی بیٹی کو باپ کے بچھڑنے کی خبر سنائی ہے ۔

لے گود میں بانو اسے رورو کے پکاری
بابا کہاں میں جس کو دکھاؤں تجھے واری
پردیس میں جنت کو سفر کرگئے شبیر
اے فاطمہ میں رانڈ ہوئی مرگئے شبیر

اس صدمۂ جانکاہ کو صغریٰ سنتی ہے اور گریہ وفریاد کرنے لگتی ہے جب چاہنے والا باپ ہی نہ رہا تو پھر جینے کا مزا کیا۔

بیمار کو اس ہجر کی آفت سے نکالو
مجبو رہے صغریٰ تمہیں چاہو تو بلالو

غرض یہ کہ میر انیسؔ نے جس انداز میں مختلف مواقع پر حضرت فاطمہ صغریٰ کا کردار پیش کیا ہے وہ انتہائی مؤثر ہے ان اشعار کے مطالعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ میر انیس شاعر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ کتنے بڑے نفسیات دان اور موقع شناس تھے۔ اور شاید ان کی اسی صفت نے انہیں لافانی اوران کے کلام کو لازوال بنادیا ہے۔

• • •

مرثیہ

حضرت خواجہ سید مصباح المراد مصباح مکن پوری

شبیر نے باچشم نم جس دم پڑھا صغریٰ کا خط
کرب وبلا میں کرگیا محشر بپا صغریٰ کا خط
وہ غم سے بے خود ہوگیا جس نے سنا صغریٰ کا خط
لگتا کتاب درد ہے یہ غمزدہ صغریٰ کا خط
آہیں کراہیں اورغم اس میں تھی روداد الم
زخمی دلوں کو اور بھی تڑپا گیا صغریٰ کا خط
ٹوٹے ہیں دل آنکھیں ہیں نم ہیں دم بخود اہل حرم
اللہ جانے کہہ گیا کیا ماجرا صغریٰ کا خط
آتی ہے یہہ ہر لفظ سے وعدہ نبھانے کی صدا
دیتا رہے گا حشر تک درس وفا صغریٰ کا خط
سوکر اٹھے جب اصغر بے شیر دے دینا اسے
رکھنا حفاظت سے ذرا اے کربلا صغریٰ کا خط
اللہ پہنچائے اسے فردوس میں محشر کے دن
جو کربلا والوں تلک پہنچا گیا صغریٰ کا خط
پھر اسی طرح بچھڑ کوئی بیٹی نہ اپنے باپ سے
آخر میں شاید کررہا ہے یہ دعا صغریٰ کا خط
ڈھونڈھوں گا میں آفاق میں رکھ لوں گا دل کے طاق میں
مصباحؔ قسمت سے مجھے جومل گیا صغریٰ کا خط

غم بار آنسوؤں سے ہے بجھتا چراغ دیں

امام حسین علیہ السلام

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا ہم انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں جن جن سے انہیں تعلق خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب واحترام، ان کی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محبّ رسول محض ایک فریب نفس ہے محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوتی ہے جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے ایک عاشق نے کہا ۔

اے گل بتو، خورسندم تو بوئے کسے داری

اسے پھول اس لئے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے اس گھر کے در و دیوار پر پیار آتا ہے۔ جس میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔ قیس عامری کہتا ہے ۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذالجدار وذالجدار
وماحب الدیار شغفن قلبی
لکن حب من سکن الدیارا

میں لیلےٰ کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ کچھ ایسی بات نہیں کہ ان کے گھروں کے پتھروں اور اینٹوں پر ہی ریجھا ہوا ہو۔ نہیں یہ تو اس کی محبت کا تقاضہ ہے جو ان گھروں میں ہرتا تھا۔

وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے ان راہوں پر پیار آتا ہے۔

وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر وگل
جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے

قیس عامری کہتا ہے

من آل لیلےٰ وایں لیلےٰ

لیلےٰ اب کہاں ہے۔ لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں۔

یہ محبت کی عام واردات ہیں۔ محبت تو جہاں بھی ہوگی اس کے برگ وبار یہی ہیں۔

ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے جو پانی بچ جاتا۔ صحابہ اس پر جھپٹ پڑتے۔ (نسائی کتاب الطہارۃ باب الانتفاع بفضل الوضوء صحیح بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس) صحابہؓ اسے تبرکاً اور تیمناً جسم سے ملتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک صحابہؓ کے ہاتھوں پر گرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عاشقوں کا آپ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اچک لیتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نشانیوں کو آخرت کا توشہ سمجھتے تھے اور مرنے کے بعد بھی اپنے آپ سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو ان کی والدہ آپ کے پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیتیں اور اپنے عطر میں ملا لیتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے نصیحت کی کہ:

''میرے لاشے پر حنوط ملو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے میں بسا ہوا عطر بھی ملا لینا''۔

(صحیح بخاری کتاب الاستیذان)

حضرت معاویہؓ کے پاس آپ کی ایک قمیض۔ ایک تہہ بند ایک چادر اور چند موئے مبارک تھے انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے ان کپڑوں میں دفناؤ اور یہ موئے مبارک میرے ساتھ رکھو۔

ایک دن حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کا دہانہ کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ میرے آقا کے مقدس ہونٹوں نے اس دہانے کو مس کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد)

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، اس کی گلیاں عزیز، اس کا آستانہ عزیز، اس کا پیرہن عزیز، اس کی جوتیاں عزیز، اس کا گھرانا عزیز اور اس کے خادم عزیز، پس اس ذات اطہر واقدس کی محبت کا یک یہ بھی تقاضا ہے کہ اہل بیت سے محبت ہو جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بنا پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو۔'' (ترمذی)

پھر گھرانا بھی وہ کہ خود خدا آخری صحیفہ آسمانی میں اُن سے خطاب کرتا ہے اور ان کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔

''اے پیغمبر کے گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کر دے اور تمہیں ایسا پاک وصاف کر دے جیسا کہ پاک وصاف کرنے کا حق ہوتا''۔

(الاحزاب:۳۳)

وہ جن کی عظمت وعزت کا یہ عالم کہ قرآن مجید میں ان پر صلوۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''بلا شبہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔'' (الاحزاب)

تو ایک صحابیؓ نے آپ سے دریافت کیا:

''اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، آپ ہمیں سکھائیں کہ ہم کیسے آپ پر درود بھیجیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید. (صحیح مسلم جلد اوّل)

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے آپ کو خاص قلبی لگاؤ تھا، ان کی پیدائش کے وقت خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کان میں اذان دی تھی اور اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا تھا۔

آپ انہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے۔

مسند امام احمد میں ہے: یغم الیہ حسناً وحسیناً

وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وبرکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کسی سعادت عظمٰی ہے جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے حصے میں آئی بارگاہ رسالت میں جن کی محبوبیت کا یہ عالم کہ آپ فرمائیں:

''حسن اور حسین یہ میرے بیٹے، میری بیٹی
کے بیٹے اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں
تو بھی ان کو اپنا محبوب بنا اور جو ان سے محبت
کرے تو بھی ان سے محبت کر''۔

وہ جن کے بارے میں آپ فرمائیں:

حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

وہ جن پر آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سرخ قمیض پہنے ہوئے آئے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور دونوں کو گود میں اٹھایا پھر فرمایا:

''اللہ نے سچ کہا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی تو ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور اپنی بات قطع کرتے ہوئے میں نے انہیں اٹھالیا۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت حسینؓ کی عمر پانچ برس اور بعض روایتوں کے مطابق سات برس تھی البدایہ والنہایہ میں ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت حسینؓ کا احترام کرتے تھے اور ان کی تعظیم بجالاتے تھے اور یہی حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا''۔

یہ بیان حافظ بن کثیر کا ہے جو نہایت محتاط مؤرخ اور بلند پایہ محقق ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ حضرت ابوبکرؓ ان سے محبت کرتے تھے بلکہ اس پانچ سات سال کے بچے کی تعظیم بجالاتے تھے''۔

اسی طرح تمام صحابہ کرام حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ امام حسینؓ سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے، جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسہ دیا تھا۔ وہیں میں بھی بوسہ دوں گا۔ انہوں نے پیٹ سے کپڑا ہٹایا اور آپ نے وہیں بوسہ دیا۔ (احمد)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت حسینؓ آنکلے، حضرت عبداللہ بن عمر وبن عاص کہنے لگے ''میں تمہیں بتاؤں کہ زمین پر رہنے والوں میں سے آج آسمان والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے یہی جو جارہا ہے۔ صحابہ کرام کو جو محبت اور عقیدت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے تھی اس کا سرچشمہ وہی عشق اور والہانہ شیفتگی تھی جو صحابہ کرامؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تھی۔

اک بات اس میں پائی تھی شوخی یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لڑادی قضا کے ساتھ

پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہو۔ اس کی محبت اور یاد میں جو صحبتیں اور شامیں بسر ہوجائیں حاصل عمر رائیگاں ہیں، ان کی مدح وتوصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ

پراہوں کم ہیں۔ان کی یادروح کی پاکیزگی اور دل کی طہارت کا سامان ہے۔

ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو اگر اس میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص حسین بن فاطمہ کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریب نفس ہے۔صحابہ کرام کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی آپ کے موئے مبارک حتی کہ آپ کا لعاب دہن بھی انہیں عزیز تھا۔پھر آہ صد ہزار آہ دھرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم سے خالی پاتے ہو، یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے، تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ وپے میں اتر جائے تو تم ان کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

آہ! یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء دین منبر رسول پر کھڑے ہوکر اس محبوب بارگاہ رسالت اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا۔ وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو۔ پھر اس عیب چینی اور خردہ گیری کے لئے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔

حدیث قدسی ہے:

''جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں
اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں''۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔وہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت میں سے بھی تھے وہ صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے۔وہ صرف اہل بیت ہی میں سے نہ تھے۔محبوب بارگاہ رسالت تھے۔پس حضرت حسینؓ کی شان میں گستاخی ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوءادب سراسر موجب حرماں ہے۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست دردستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

سدہ مجاری فیض ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

ساتھیو! تمہارا محض جی بہلانے کے لئے یا تمہیں خوش کرنے کے لئے تو میں نہیں لکھتا ہوں۔ خدا محض اپنی رضا اور خوشنودی کے لیے لکھنے کی توفیق دے۔تمہاری رنجش اور تمہاری خوشنودی سے کیا ہوتا ہے۔

از روداز قبولِ تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب نشناسی ززشت ما

وہ بیماریاں جو تم میں اور مجھ میں نہیں ہیں۔ میں ان پر بات کیوں کروں کہ ایسا کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ لکھنے کا مقصد تو اصلاح حال ہے۔کبھی مادہ فاسد کے اخراج کے لئے جراحی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نشتر لگتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تکلیف بڑی سودمند ہے دوستو۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارتر یاقی

• • •

تصوف کی آڑ میں شیعیت کا فریب

ایک فکری جائزہ

از: ہاشم بدیعی مصباحی عفی عنہ

فتنۂ تاتاریہ کے جبر واستبداد سے ہر کہ ومہ واقف ہے، جس کے چشم دید حالات صوفی نجم الدین رازی (ولادت: ۵۷۳ھ/ وفات: ۶۵۴ھ) کی کتاب ''مرصاد العباد من المبدا الی المعاد'' میں اجمالا منقول ہیں، اس عہد تاریک کے بعد صفوی حکومت ایرانی تصوف پر قحط کا دور ہے، اس حکومت کا بانی اسماعیل شاہ صفوی غالی شیعہ تھا، جو ۹۰۵ھ میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے شہر تبریز میں تخت نشین ہوا، بنائے سلطنت کی داستان دراز سے گریز کرتے ہوئے میرا مقصود یہاں فقط یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس شیعی حکومت سے تصوف اور صوفیائے کرام پر گہرا زوال آیا، اور دسویں، گیارہویں صدی ہجری میں ایران پر تصوف کے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا گیا، گویا کہ تاتاری فتنے کے بعد اہل تشیع صوفیائے کرام کے لیے نئی آزمائش بن کر نمودار ہوئے، حضرت شمس بریلوی نے عوارف المعارف پر اپنی تقدیر میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور صفوی حکومت کی تصوف عداوت اور چیرہ دستیوں کو اجاگر کیا ہے، حضرت شمس بریلوی کی تقدیم سے ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''صفویوں کی اس علم دوستی اور فرقہ پرستی اور شیعیت نوازی کے نتیجہ میں ان کے ڈیڑھ سو سالہ دور حکومت میں شیعہ مذہب کے لئے تفسیر وحدیث اور فقہ کی کتابوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا، جس سے یہ فرقہ آج تک محروم تھا، چنانچہ شیخ محمد بن علی حسین عاملی نے جامع عباسی تصنیف کی، محمد باقر مجلسی نے عین الحیات، مشکوٰۃ الانوار، حلیۃ المتقین، معراج المؤمنین، حیات القلوب، جلاء العیون، ابواب جنان اور معراج العبادات نامی کتابیں تصنیف کیں، میر فتح اللہ کاشانی نے تنبیہ الغافلین ترجمہ نہج البلاغہ، حیدر رفیع الدین نے شجرہ الٰہیہ، سید احمد بن زین العابدین نے لوامع ربانی و مفصل صفا، رفیع الدین محمد نے ابواب الحیان، مہدی عراقی نے معراج السعادت وغیرہ تصنیف کیں، محولہ بالا کتب تمام تر شیعہ مذہب اور عقیدے اور ان کے فقہ وحدیث سے تعلق رکھتی ہیں، اس کے علاوہ تاریخ کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا گیا اور بہت سی کتابیں ظہور میں آئیں، ان کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔ غرضیکہ آپ پورے صفوی دور کو چھان ڈالیے، تصوف کے وقیع وشریف موضوع پر آپ کو کوئی کتاب

نہیں ملے گی۔ اور آپ پائیں گے بھی کس طرح کہ تصوف کے موضوع پر تو قلم وہی مقدس اور پاک ہستی اٹھا سکتی ہے جس کے دل سے محبت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار و اہل بیت اطہار کے چشمے رواں دواں ہو، وہ قلم کیا اس موضوع پر لکھ سکتا ہے، جس کے دل میں بغض وعداوت کا جہنم دہک رہا ہو اور عشق رسول واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تابنا کیوں سے محروم ہو، ان کا یہ فقہی اور دینی سرمایہ ہمارے عظیم سرمایہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہے"۔

ہاشم معروف حسنی شیعی نے یہاں تک لکھا ہے کہ صفوی سلطنت میں ایران کے اندر قدیم صوفیا کی قبریں بھی بے نام ونشاں کر دی گئیں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"وخلال حكم الصفويين في ايران اشتد الصراع بين الشيعة والصوفية وتعرض الصوفية فيه لاقصى الحملات من العلماء والحكام وانتهى الصراع بسقوط الصوفية وملاحقتهم من بلد الى بدل بعد أن تم اجلاء هم عن أصفهان وتعرضت قبول أولياهم للنبش بواسطة الحاكمين الذين كانوا يعملون بتوجيهات العلماء يومذاك كما جاء في تاريخ اسماعيل شاه الصفوى"۔

ترجمہ: صفوی دور میں ایران میں شیعوں اور صوفیوں میں زبردست ٹکراؤ ہوا تھا، صوفیہ نے شیعہ علماء اور حکام پر حملے کیے، جس کے نتیجے میں صوفیہ کو جلاوطن ہونا پڑا اور شہر بہ شہر رلنا پڑا، آخر کار انہیں اصفہان سے جلا وطن کیا گیا اور مقامی شیعہ علماء کے فتوے کے مطابق ان کے بزرگوں کی قبریں تک اکھاڑ دی گئیں، ایسا ہی تاریخ اسماعیل شاہ صفوی میں لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح کچھ شیعہ تاریخ نویسوں نے عوم الناس کو اغوا کرنے کے لیے یہ ناکام کوشش بھی کی کہ مشہور صوفیائے کرام کو اپنی کتابوں میں امامیہ مذہب لکھنا شروع کر دیا تا کہ یہ ناچاقی شیعیت کے فروغ میں تیز بہدف ثابت ہو، مشہور شیعہ عالم قاضی نور اللہ شوشتری نے ایک کتاب "مجالس المؤمنین" خویش واقارب کی خوشامدگی کے لئے لکھی اور یہ باور کرانا چاہا کہ حضرت شیخ بایزید بسطامی، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت شہاب الدین سہروردی، وغیرہ سب شیعہ مذہب تھے۔ آرائش محفل سے معلوم ہوتا ہے کہ نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں حضرت سید احمد بدیع الدین قطب المدار حلبی قدس سرہ کو بھی امامیہ مذہب لکھا ہے (آرائش محفل، جلد اول، ص: ۷۷، مطبوعہ کلکتہ ۱۲۲۳ھ راقم الحروف کو مجالس المؤمنین میں ایسا کچھ نظر نہ آیا) مگر بقول مرزا غالب ؎

لاکھ پردے میں چھپا پر وہی عریاں نکلا

ان کی حقیقت واشگاف ہوگئی اور خود ان کے حواری بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ؎

خیر بدنام تو پہلے بھی بہت تھے لیکن
تجھ سے ملنا تھا کہ پَر لگ گئے رسوائی کو

حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی فاروقی متوفی ۱۲۳۹ھ تحفہ اثنا عشریہ میں نور اللہ شوشتری کی دروغ بیانی عیاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کے کسی عالم معروف ومشہور نے ایک کتاب لکھی اور اس میں ہی افترا بھی لکھ مارا کہ اہل سنت کے اکثر علماء ومشائخ در پردہ

امامیہ مذہب رکھتے تھے مگر ظاہرداری برتتے اورتقیہ کرتے تھے، چنانچہ وفیات الاعیان جوایک عراقی شیعہ عالم کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اسی نوع کی ہے، اس میں حضرت بایزید بسطامی، حضرت معروف کرخی، جناب شفیق بلخی، جناب سہل بن عبداللہ تستری اوران کے علاوہ اہل سنت کے مشہور مشائخ رحمہم اللہ کو امامیہ میں شمار کیا ہے اوران کے کچھ اقوال وکلمات کو افترا اور بہتان کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے، جن سے ان کے امامیہ ہونے کا پتہ چلتا ہے اوران بزرگوں کے مناقب ومحاسن اورکرامتیں خوب شرح وباطل کے ساتھ بیان کی ہیں، اسی طرح ایک اورکتاب مجالس المؤمنین ہے، جس کا مؤلف قاضی نوراللہ شوشتری شیعی ہے، اس نے بھی اس قسم کے افترا آمیز مضامین کثرت سے ان میں درج کئے ہیں، علمائے ہرات میں سے اسی قاضی کے ہم مذہب ایک عالم نے اس سے کہا کہ تم نے اس کتاب میں روایات وحکایات وغیرہ جو کچھ بیان کی ہیں وہ اہل سنت کے علماء نے ہی نہیں، ثقہ شیعہ حضرات نے بھی ان کو جھوٹ اور باطل ٹھہرایا ہے اور یہ بے اصل اورخلاف واقعہ باتیں ہیں اورکتب تاریخ واخبار میں بھی ان کا سراغ نہیں ملتا، اس کے جواب میں شوشتری کہنے لگا کہ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے مگر میرا مقصد تو یہ ہے کہ جو کوئی بھی یہ کتاب پڑھے گا وہ ان حکایات وواقعات کو دوسرے سے بھی نقل کرے گا، اس طرح یہ روایات وحکایات اپنے انوکھے پن اوردلچسپ ہونے کی وجہ سے شہرت پائیں گی اور بالآخر کسی نہ کسی مرحلے پر قابل اعتبار کتابوں میں اپنی جگہ بنالیں گی، اس سے ایک دائرہ تو یہ ہوگا کہ شیعوں کی تعداد بڑھ جائے گی، دوسرا یہ کہ اہل سنت شک وشبہ میں پڑجائیں گے، اب اگر اہل سنت کے محقق علماء ان کو نہیں مانتے نہ مانیں، عوام تو اختلاف روایت پر محمول کر کے تسلیم کرے گی، چنانچہ عراق وخراسان کے علما کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مجالس المؤمنین میں جو کچھ ہے وہ اسی شوشتری کی من گھڑت اور بے اصل وسراپا کذب بیانی ہے"۔

سطور بالا سے واضح ہوتا ہے کہ اہل تشیع نے شیعیت کی اشاعت میں کس درجہ تصوف کو آماجگاہ بنایا اور عہد صفوی کی دوصدیاں صوفیا کے تذکروں سے خالی رہیں، ادھر شیعی منافقوں نے مشہورسنی صوفیا کوشیعہ مذہب تحریر کرنا شروع کردیا اور یوں وہ اپنے مشن پر متمکن رہے مگر دروغ گورا حافظہ نباشد

شیعوں کے نزدیک صوفیا زندیق اور یزید سے بدتر

آج دیکھا جاتا ہے کہ شیعہ اوراہل خانقاہ آپس میں خوب تال میل رکھ رہے ہیں، اورخانقانوں کے سادات شیعوں کے دام پرفریب میں گرفتار ہورہے ہیں جبکہ اہل خانقاہ کومعلوم نہیں کہ یہ تقرب نیازی کسی سازش سے خالی نہیں، وہ تصوف کی آڑ میں شیعیت کی نشرواشاعت کرنا چاہتے ہیں ۃ ورنہ ان کا باطن تصوف اورصوفیا سے سخت بیزار ہے، بلکہ عرفان وتصوف اورصوفیائے کرام کے رد میں بے شمار کتابیں تحریر

کر چکے ہیں، کنز الفوائد، الفصول، کشکو، انو رنعمانیہ، جامع الشات، عروۃ الوثقیٰ، کسر الاصنام، مستدرک الوسائل وغیرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں چنانچہ حضرت محمد توفیق احمد چشتی نور اللہ مرقدہ چند کتابوں کی نشان دہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مذہب اہل سنت والجماعت کا تحقیقی دماغ رکھنے والا طبقہ شیعوں کے اس عقیدے سے کما حقہ واقف ہے کہ مذہب شیعہ میں علم تصوف قطعی نہیں ہے اور نہ ہی ان کے مذہب میں صوفی ہونے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے، علم تصوف اور صوفیوں کے رد میں علمائے شیعہ اثنا عشری نے سینکڑوں کتب تصنیف کی ہیں، مثلاً ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی آنجہانی المتوفی ۱۱۱۱ھ کی عین الحیات، مجتہد اول مولوی دلدار علی آنجہانی المتوفی ۱۹؍رجب ۱۲۳۵ مطابق ۳؍مئی ۱۸۲۰ء جن کو شیعہ بعد انتقال غفران مآب کہتے ہیں کہ کتاب ذوالفقار مطبوعہ بحرین لدھیانہ پنجاب سے طبع ہوچکی ہے، ان بزرگ کی دو کتابیں اور شامل کرلیں (۱) صوارم الالٰہیات (۲) الشہاب الثاقب، مجتہد دوم سید العلماء سید حسین لکھنوی المتوفی ۱۷؍صفر ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۶ء کی حدیقہ سلطانیہ جو مطبع سلطانیہ لکھنؤ سے طبع ہوچکی ہے، علامہ احمد اردبیلی آنجہانی المتوفی ۹۹۳ھ کی حدیقۃ الشیعہ اور نعمت اللہ جزائری کشمیری المتوفی ۱۱۱۲ھ کی انوار نعمانیہ، ابن الحسن الجیلانی ابوالقاسم المتوفی ۱۲۱۳ھ کی جامع التشبیہات مطبوعہ تہران ۱۳۱۱ھ، ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی آنجہانی المتوفی ۳۲۹ھ کی اصول الکافی، مرزا جعفر فصیح شاگرد ناسخ کی مثنوی برق لامع جو مطبع سلطانیہ لکھنؤ سے شائع ہوچکی ہے، کن کن علماء شیعہ اثنا عشریہ نے علم تصوف کے رد میں کتابیں لکھی ہیں، اس کی مختصر روداد مذہب شیعہ کی مستند و معتبر کتاب ''نجوم السماء'' تالیف مرزا محمد علی لکھنوی جو ۱۳۰۳ھ میں لکھنؤ سے طبع ہوچکی ہے مطالعہ فرمائیں''۔

قارئین اندازہ لگائیں کہ جنہوں نے صوفیا کے رد و ابطال میں اس قدر کتابیں تحریر کیں، ان کی تصوف اور صوفیا سے عداوت کتنی سخت ہوگی، یہ امر تمام مشارب طریقت بالخصوص بے کپٹ سادات کے لیے لمحہ فکریہ ہے، خواہ وہ قادری ہوں یا مداری، یا چشتی و سہروردی وغیرہ۔ اب ذیل میں کتب شیعہ وغیرہم سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں تا کہ صوفی خانقاہ والوں کو واضح ہو کہ وہ جس ثمر آور شاخ پر بیٹھے ہیں، اس کے استیصال کا کون بڑا حریف ہے۔

مقدس اردبیلی علیہ ما علیہ اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں لکھتا ہے:

''ان رجلا قال للأمام أبی جعفر الصادق علیه السلام ، قد ظهر فی هذاالزمان قوم یقال لهم الصوفیة ، فما تقول فیهم؟ فقال علیه السلام ؛ انهم أعداء نا ، فمن مال الیهم فهو منهم وسیحشر معهم، وسیکون أقوام یدعون حبنا ویمیلون الیهم ویتشبهون بهم و یلقبون أنفسهم بألقابهم ویؤولون أقوالهم، ألا فمن مال الیهم ، فلیس منا وانا منه براء ومن أنکرهم ورد علیهم کان کمن جاهد الکفار بین یدی رسول الله ''.

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ زمانہ حاضرہ میں ایک جماعت پیدا ہوئی ہے، جسے صوفیہ کہا جاتا ہے، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ لاریب ہمارے دشمن ہیں، پس جو شخص ان کی طرف مائل ہوا اور ان سے محبت رکھے، تو وہ انہیں میں سے ہے، انھی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا، عنقریب کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ہماری محبت اور دوستی کا دعویٰ بھی کریں گے اور اس کے ساتھ ان صوفیوں کی طرف میلان بھی رکھیں گے اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کریں گے اور انہیں والا لقب بھی اختیار کریں گے اور ان کے اقوال کی تاویلیں کریں گے، لہٰذا آگاہ ہوجاؤ، جو شخص ان کی طرف جھکا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا اور ہم اس سے بری و بیزار ہیں اور جو ان سے نفرت کرے گا اور ان کا انکار کرے گا وہ اجر و ثواب میں اس شخص کے مانند ہوگا، جو پیغمبر اسلام کے ہمراہ ہوکر کفار سے جہاد کرے۔''

ہاشم معروف حسنی شیعہ معتبر عالم مفید کے حوالے سے لکھتا ہے:

''وقال المفيد رحمه الله تعالىٰ: ان المتصوفة هم أصحاب الاباحة والقول بالحلول وهم ثوم ملاحدة وزنادقة، يموهون بمظاهر كل فرقة بدينهم ويدعون للحلاج بالأباطيل الخ...

ترجمہ: مفید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صوفیہ اباحیت پسند لوگ ہیں، یہ لوگ حلول کے قائل اور ملحد و زندیق ہیں، یہ لوگ ہر فرقے والے سے ان کی سی زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور حلاج کے لئے جھوٹی کرامات کے دعوے کرتے ہیں الخ۔

اسی میں شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم کے بابت تحریر ہے:

''وقد هاجمهم شيخ الاسلام في عصره محمد باقر المجلسي هجوما عنيفا و أعلن كفرهم وأفتى بوجوب مطاردتهم كما نفى عن والده تهمة التصوف وقال في ختام رسالته في العقائد كما جاء في سفينة البحار للقمي: وياك أن تظن بوالدي العلامة أنه كان صوفيا أو أنه يعتقد بشئي من مذاهبهم ومسالكهم، حاشاه من ذلك ، وفي بداية أمره كان يجتمع اليهم ويتسمى باسمهم حتى لايستوحشوا امنه''.

ترجمہ: شیخ الاسلام محمد باقر مجلسی نے تصوف کی پرزور مذمت کی تھی اور صوفیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور ان کی جلاوطنی کو واجب قرار دیا تھا، علامہ مجلسی نے اپنے والد کے متعلق لکھا ہے کہ ان پر تصوف کی نسبت ایک تہمت ہے، سفینۃ البحار میں محدث قمی لکھتے ہیں کہ علامہ مجلسی نے اپنے عقائد کے رسالے کے آخر میں لکھا ہے کہ خبردار میرے والد کو صوفی نہ سمجھنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ وہ کسی صوفی مسلک کے ہم خیال تھے، اپنے ابتدائی دنوں میں وہ صوفیا کے اجتماع میں شرکت کرتے تھے اور ان کے نام سے خود کو موسم کرتے تھے، لیکن اس کا مقصد تصوف کو قبول کرنا نہیں تھا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ صوفیا ان سے مانوس ہوجائیں اور گمراہی سے بچ جائیں۔

شیعوں کے شہید ثالث کی کتاب احقاق الحق جلد اول کے حاشیے میں تحریر ہے:

''عندی أن مصيبة الصوفية على

الاسلام من أعظم المصائب ،
تهدمت بها أركانه ''.

ترجمہ: میرے نزدیک اسلام پر سب سے بڑی مصیبت صوفیہ ہیں، جن کی وجہ سے اسلام کے ارکان تہس نہس ہوگئے۔

صوفی تسلیم احمد حنفی امروہوی تحریر کرتے ہیں:

''علماء شیعہ صوفیہ سے بدتر شاید یزید کو بھی نہیں جانتے کہ کلام قاضی نور اللہ وغیرہ کا دلیل ظاہر ہے، جو گستاخی ان صاحبان نے صوفیہ کی جناب کی ہے، اہل مناظرہ اور شیعہ کی کتب دیکھنے والے اس سے خوب واقف ہیں ، ان کے نزدیک تو یہ کتے سے بھی بدتر ہیں، من شاء فلینظر الیہ اور اس کی بھی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ علیہم الرضوان نے محققانہ طور سے بتادیا کہ تفصیل جیسے ظاہر شرع میں ہے، ویسے ہی اس کے باطن میں ہے، ظاہر اس کے خلاف نہیں، اور اس کی تصریح فرمادی کہ مذہب اہل سنت والجماعت مذہب حق ہے کوئی بغیر سنی ہوئے صوفی نہیں ہوسکتا اور صوفی جو سنی نہیں وہ گمراہ ہے''۔

یہ مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر ہیں، جو مزید تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں وہ ہاشم معروف حسنی شیعی کی کتاب ''بین التصوف والتشیع'' کا مطالعہ کریں اس نے صوفیا کی توہین میں مستند شیعوں کے ہفوات نقل کیے ہیں، اور اخیر میں یہ عبادت درج کی ہے:

''الی غیر ذلک من مواقف العلماء منهم التی لو أحصیت تبلغ مجلدا کاملا''

ترجمہ: مذکورہ حوالوں کے علاوہ صوفیا کے خلاف دیگر شیعہ علماء کے مواقف کا اگر استقصا کروں تو ایک مکمل کتاب ہوجائے۔

صوفیائے ہند کی نیازیں اور شیعوں کی بالادستی

اب ایسی واضح دلیل سپرد قرطاس کررہا ہوں، جو اہل خانقاہ سادات کو بیدار مغزی پر مجبور کرے گی، لکھنؤ کی سرزمین جہاں صوفیا کے نیازمند موجود تھے اور شاہ مداری کی کندوری، بابا فرید کی شیرینی، مسعود سالار کا جھنڈا وغیرہ اس سرزمین پر صوفیوں کی یادیں تازہ کررہی تھیں، یکایک شیعہ حضرات کے پاس جب تسلط آیا تو ان ساری صوفی روایت کو جڑ سے ختم کردیا، چنانچہ ایک شیعہ عالم سعید اختر رضوی اپنی کتاب ''دیدہ ودریافت'' میں مطلع انوار کے حوالے سے لکھتا ہے:

''نواب آصف الدولہ سے التماس کیا کہ نماز جمعہ ان میں سے کسی ایک کی امامت میں ضرور قائم کریں، اخباریت کے عروج کے زمانے میں نماز جمعہ کا قیام غیر معمولی شجاعت وبسالت کا متقاضی تھا، اسی درمیان میں مشہور صوفی سید علی اکبر مودودی چشتی جو سرفراز الدولہ کے مرشد تھے، نے اس کی زبردست تائید کی اور اس طرح ۲۷؍ رجب ۱۲۰۰ھ ۲۶؍مئی ۱۷۸۵ء کو لکھنؤ میں مولانا سید دلدار علی (غفران مآب) کی امامت میں اور فیض آباد میں مولانا سید عبد العلی دیوکٹھیاوی کی امامت میں نماز جمعہ قائم ہوئی، نماز جمعہ کے ذریعہ ارشاد وہدایت کا زبردست پلیٹ فارم غفران مآب کے ہاتھ میں آیا اور آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے شیعہ قوم کے عقائد واعمال کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنا شروع

کیا، جب تصوف کی مخالفت شروع کی تو طبعا
سید علی اکبر مودودی سے اختلاف ہوا، جس کی
وجہ سے نوب سرفراز الدولہ حسن رضا خان
عجیب کشاکش میں مبتلا ہوگئے، لیکن انہوں
نے شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، وعظ
وارشاد کے نتیجے میں لوگوں کے عادات واطوار
میں اصلاح ہوئی، خود آصف الدولہ نے بھنگ
نوشی ترک کردی، اوہام پرستی اورانواع واقسام
کے توہمات سے شیعہ قوم کو آزادی دلانے کی
کوشش کی، شیخ سدو کا بکرا، سید سالار غازی کا
جھنڈا، بابا گنج شکر کا کونڈا، شاہ مدار کی کندوری،
شیخ فرید کی شیرینی، عرس اور قوالیاں ان سب
چیزوں کی لت چھڑائی، قبروں پر چادروں، پنکھے
اور جھنڈے چڑھانے کا سلسلہ بند کیا''۔

راقم السطور ''تصوف برصغیر میں'' مطالعہ کررہا تھا، یکایک ایک کتاب بنام تشویق السالکین پر پروفیسر کمال الدین حسین ہمدانی کا تبصرہ باصرہ نواز ہوا، تبصرہ نگار کے مطابق ملا آخوند تقی مجلسی اصفہانی نے یہ کتاب تصوف اور تشیع کے تال میل پر لکھی ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ شیعیت میں تو تصوف نہیں پھر یہ کیسے مدعی ہوگئے، اللہ تعالیٰ ماہر مخطوطات حضرت توفیق احمد چشتی قادری کی قبر پر رحمت وغفران کی گوہر باری فرمائے کہ آپ نے شیعوں کی اس سازش کا بہترین انداز میں احتساب فرمایا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''علامہ اخوند تقی مجلسی علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ
اور بہاء الدین عاملی متوفی ۱۰۳۰ھ کو انہوں نے
اس کتاب میں دونوں کو اہل تصوف میں شامل
کیا ہے۔ علامہ محمد تقی کا یہ ایک کھلا دھوکا ہے،
علامہ بہاء الدین اور علامہ حلی نے تو خود طبقہ
صوفیہ کا رد بڑے شدومد سے کیا ہے، جس کا اقرا
رعلامہ محمد باقر مجلسی اصفہانی خود کر چکے ہیں،
مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشویق السالکین جو
محمد تقی سے منسوب کی گئی ہے، ان کے نام
پر دھبہ ہے اور یہ مخطوطہ ان کے نام غلط منسوب
کیا گیا ہے، ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے، تمام
شہادتیں اس کے خلاف موجود ہیں، جیسا کہ
علامہ مجلسی نے لکھ دیا ہے، پروفیسر حکیم محمد کمال
الدین حسینی نے وہی لباس تصوف پہن رکھا
ہے، جو علامہ محمد تقی اصفہانی نے لباس تصوف
پہن رکھا تھا، جس سے اہل سنت کو دھوکا ہو مگر ان
کا یہ دھوکا تھا، جس کی نشان دہی ان کے ہی
صاحبزادے علامہ باقر مجلسی نے کردی تھی''۔

غور کریں شیعیت صوفیت کی کتنی سخت حریف ہے اور تصوف وصوفیا کو مٹانے میں کیسے زور آور ہتھکنڈے استعمال کیے، حضرت قطب المدار، بابا فرید گنج شکر، حضرت سالار مسعود غازی، حضرت خواجہ غریب نواز وغیرہ دیگر صوفیا کی یادیں بے نام ونشاں کردیں، اخیر میں جملہ خانقاہی حضرات بالخصوص سادات کرام کو صلائے عام ہے کہ ہنوز وقت ہے کہ اپنے آستین کے دشمن کو پہچانیں، ورنہ بقول شاعر یہی حشر ہوگا۔

آستیں میں سانپ اک پلتا رہا
ہم یہ سمجھے حادثہ ٹلتا رہا

اللہ تعالیٰ تمام خانقاہوں کو شیعیت کی فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے اور صوفیائے کرام کے آثار واعمال کا پاسبان بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاشم بدیعی مصباحی عفی عنہ
نزیل حال دریا گنج نئی دہلی
۲۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ مطابق ۱۶ر جنوری ۲۰۲۳

● ● ●

ناصبیت، خارجیت، رافضیت، حب اہل بیت اور عقائد اہلسنت والجماعت

ازقلم۔۔ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری المداری دارالنور آستانہ عالیہ زندہ شاہ مدار مکن پور شریف کانپور نگر

ناصبیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے مشہور لغوی علامہ ابن منظور (711ھ) لکھتے ہیں: قومٌ یَتَدَیَّنُونَ بِبِغْضَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ". ناصبی وہ گروہ ہے، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا ثواب جانتے ہیں۔"

(لسان العرب: 1/726)

جماعت اہل حدیث کے یہاں سب سے معتمد شخص ابن تیمیہ ہیں۔ ابن تیمیہ (728ھ) ناصبی کی تعریف میں یہ لکھتے ہیں: تُبغِضُ عَلِیًّا، وَ أَصْحَابَہ، . "ناصبی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے بغض رکھتے ہیں۔" (مجموع الفتاویٰ: 25/301)

نیز ناصبی کی ایک تعریف یہ بھی لکھی ہے: یُکَفِّرُونَ عَلِیًّا أَوْ یُفَسِّقُونَه، أَوْ یَشُكُّونَ فِي عَدَالَتِهِ". ناصبی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کافر یا فاسق سمجھتے ہیں اور آپ کی عدالت میں شک کرتے ہیں۔" (منہاج السنۃ النبویۃ: 4/386)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک حدیث اہلبیت ہی سے متعلق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلَّى، وَصَامَ ثُمَّ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ دَخَلَ النَّارَ.

"اگر کوئی شخص حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو، لیکن مرتے وقت دل میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھا اور اسی حالت میں مر گیا، تو جہنم میں جائے گا۔"

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم 3/138,139، وسندہ، حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے "امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح" کہا ہے۔ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی 360ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَثْبَتُّ مِنْ بَيَانِ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مَا إِذَا نَظَرَ فِيهَا الْمُؤْمِنُ سَرَّه،، وَزَادَه، مَحَبَّةً لِلْجَمِيعِ، وَإِذَا نَظَرَ فِيهَا رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ أَوْ نَاصِبِيٌّ ذَلِيلٌ مُهِينٌ، أَسْخَنَ اللَّهُ الْكَرِيمُ بِذَالِكَ أَعْيُنَهُمَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؛ لِأَنَّهُمَا خَالَفَا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ واتَّبَعَا غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ.

"میں نے حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے بیان سے وہ وہ کچھ

ثابت کردیا ہے، کہ جسے دیکھتے ہی مومن باغ باغ ہو جائے گا اور ان تمام خلفائے راشدین سے محبت میں اضافہ ہو گا اور خبیث رافضی اور رسوائے زمانہ ناصبی سیخ پا ہو جائے گا۔ اللہ کریم دنیا و آخرت میں ان دلائل و براہین سے ان کی آنکھوں کو سوجاتا رہے۔ کیوں کہ یہ (نواصب و روافض) کتاب وسنت، مسلک صحابہ اور منہج محدثین کے مخالف و معاند ہیں۔"

(الشریعۃ للآجری: 4/1767)

روافض ونواصب کا جھوٹا دعویٰ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نواصب و روافض کا یہ دعویٰ ہے کہ إِنَّ حُبَّ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَكَذَبُوا قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حُبَّهُمَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فِي قُلُوبِنَا.

"ایک مومن کے دل میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم دونوں کی محبت سما نہیں سکتی۔ یہ ان (ناصبیوں اور رافضیوں) کا جھوٹ ہے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں دونوں کی محبت کو جمع فرما دیا ہے۔" (الشریعۃ للآجری: 1226، 1227/ معجم ابن الأعرابی: 95، سندہ، صحیح)

خلفائے راشدین کی محبت امت کے نیک لوگو کے دلوں میں ہی جمع ہوسکتی ہے

امام ابوشہاب حناط رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يَجْتَمِعُ حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَّا فِي قُلُوبِ أَتْقِيَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

"حضرت سیدنا ابوبکر، وعمر، وعثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی محبت اس امت کے پارسا لوگوں کے دلوں میں ہی سما سکتی ہے۔"

(الشریعۃ للآجری: 1228، وسندہ، صحیح)

حضرت عثمان وعلی اور طلحہ وزبیر جنتی ہیں

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: إِنَّ أَقْوَامًا يَقُولُونَ: لَا يَسَعُنَا أَنْ نَسْتَغْفِرَ لِعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، وَأَنَا أَقُولُ: غَفَرَ اللّٰهُ لِعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ.

"ایک گروہ کہتا ہے: عثمان وعلی کے حق میں استغفار کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنی وعلی المرتضیٰ وحضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی بخشش فرما کر جنت کی بشارت دے دی ہے۔"

(الشریعۃ للآجری: 1229، وسندہ، حسن)

محدثین صحابہ کرام کی نظروں میں اہل بیت رسول کے حقوق:

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے موقع پر تین مرتبہ فرمایا: أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي.

"میں آپ کو اہل بیت کے بارے میں اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔" (صحیح مسلم: 2408)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی وفاطمہ اور حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو چادر میں لے کر یہ دعا کی: أَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي! أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ

وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا." اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، گندگی ان کے قریب نہ پھٹکنے دینا اور انہیں کمال درجہ کی طہارت نصیب فرمادے۔"

(مسند الإمام أحمد:6/298، وسندہ، حسنٌ)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ (آل عمران:61) نازل ہوئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و، فاطمہ، و حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو بلا کر فرمایا: أَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي. "اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" (صحیح مسلم:2404)

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، وَأَهْلُ بَيْتِي أَحَقُّ. "اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت عزت وتکریم کے زیادہ حق دار ہیں۔"

(مسند الإمام أحمد:4/107، وسندہ، حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان نے "صحیح" کہا ہے، نیز امام بیہقی نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی:2/152)

امام حاکم (3/147) نے "امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا" اور حافظ ذہبی نے "امام مسلم کی شرط پر" صحیح قرار دیا ہے۔

اھلبیت سے بغض رکھنے والے جہنمی ہیں

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ. "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے کو اللہ ضرور واصل جہنم کرے گا۔"

(صحیح ابن حبان:6978، المستدرک للحاکم:3/150، وسندہ، حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے "امام مسلم کی شرط پر صحیح" قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری سب سے بڑی قرابت ہے

خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ چہارم سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي. "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا خیال رکھنا مجھے اپنی عزیز داری سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔"

(صحیح البخاری:3712)

حضرت ابوبکر صدیق کی نظر میں اھلبیت کرام کی تکریم

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اھل بیت نبوت کی شان وعظمت کی پاسداری کیلئے عہد فرمالیا تھا آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے فرمایا: اُرْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهٖ. "اے اصحاب رسول! آپ اہل بیت نبوت کے حوالے سے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے حقوق کا خیال رکھیں۔''

(صحیح البخاری:3713)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰی أَبُو بَکْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَصْرَ، ثُمَّ خَرَجَ یَمْشِي، فَرَأَی الْحَسَنَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ، فَحَمَلَهٗ عَلٰی عَاتِقِهٖ، وَقَالَ: بِأَبِي، شَبِیهٌ بِالنَّبِيِّ لاَ شَبِیهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ یَضْحَکُ.

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کی اور پیدل چل دیے، (رستے میں) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا، تو انہیں کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا: میرا باپ قربان! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے، نہ کہ علی کے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہنس دیے۔''

(صحیح البخاری:3542)

چھ قسم کے لوگوں پر لعنت

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ قسم کے لوگوں پر میں لعنت بھیجتا ہوں، اللہ بھی ان پر لعنت کرے!، یاد رہے کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے:,1 وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللّٰهُ. ''میرے اہل بیت کے حقوق کا استحصال کرنے والا۔''

(سنن الترمذی:2154، وسندہ حسنٌ)

علامہ امیر صنعانی (1182ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ أَبْدَانِهِمْ وَتَرْکِ تَعْظِیمِهِمْ فَإِنَّ لَهُمْ عَلَی الْأُمَّةِ حَقًّا لَا یَجْهلُه، إِلَّا مَنْ غَطَّی الشَّقَاءُ عَلٰی نُورِ بَصِیرَتِهٖ وَکَذٰلِکَ الْمُسْتَحِلُّ مَنْ غَیْرِ الْعَتِیرَةِ آثِمٌ إِلَّا أَنَّهُمْ لَمَّا کَانَ حَقُّهُمْ آکَدَ وَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ سُبْحَانَه، أَنَّه، یَکْثُرُ لَهُمُ الْأَعْدَاءُ وَالْحُسَّدُ فَخَصَّهُمْ.

''یعنی اہل بیت کو جسمانی تکلیف سے دوچار کرنے والا اور ان کی عزت وتوقیر میں کوتاہی برتنے والا لعنتی ہے۔ کیوں کہ اہل بیت کا امت پر باقاعدہ حق ہے، جس سے وہی نا آشنا رہ سکتا ہے، جس کی بصیرت پر شقاوت و بدبختی چھا جائے۔ ویسے تو اہل بیت کے علاوہ دوسروں کی بے حرمتی کرنے والا بھی قابل مذمت ہے لیکن چوں کہ اہل بیت کے حقوق زیادہ ہیں اور اللہ کے علم میں تھا کہ ان کے دشمن اور حاسدین زیادہ ہوں گے، اس لئے انہیں بہ طور خاص ذکر کر دیا۔'' (التنویر شرح الجامع الصغیر:6/382)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السّلام کے ہونٹ اور زبان چوستے تھے

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمُصُّ لِسَانَه، أَوْ شَفَتَه،، یَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وَإِنَّہ، لَنْ یُعَذَّبَ لِسَانٌ أَوْ شَفَتَانِ مَصَّھُمَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

"میں عینی شاہد ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوس رہے تھے اور جس زبان یا ہونٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوس لیں، انہیں کبھی عذاب نہیں چھوئے گا۔"

(مسند الإمام أحمد:، وسندہ، صحیح)

فاطمہ کا چاند ام الفضل کی گود میں

سیدہ ام فضل لبابہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّی رَأَیْتُ فِی مَنَامِی، فِی بَیْتِی، أَوْ حُجْرَتِی عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِکَ، قَالَ: تَلِدُ فَاطِمَۃُ إِنْ شَاءَ اللّٰہُ غُلَامًا، فَتَکْفُلِینَہُ، فَوَلَدَتْ فَاطِمَۃُ حَسَنًا، فَدَفَعْتُہُ إِلَیْھَا، فَأَرْضَعَتْہُ بِلَبَنِ قُثَمَ، وَأَتَیْتُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا أَزُورُہ،، فَأَخَذَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَہُ، عَلٰی صَدْرِہٖ، فَبَالَ عَلٰی صَدْرِہٖ، فَأَصَابَ الْبَوْلُ إِزَارَہ،، فَزَخَخْتُ بِیَدِی عَلٰی کَتِفَیْہِ، فَقَالَ: أَوْجَعْتِ ابْنِی أَصْلَحَکِ اللّٰہُ أَوْ قَالَ: رَحِمَکِ اللّٰہُ، فَقُلْتُ: أَعْطِنِی إِزَارَکَ أَغْسِلُہُ، فَقَالَ: إِنَّمَا یُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِیَۃِ، وَیُصَبُّ عَلٰی بَوْلِ الْغُلَامِ.

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے عالم رؤیت میں اپنے گھر یا کمرے میں آپ کے جسم کا ایک عضو دیکھا ہے، (تعبیر فرما دیں!) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ بیٹا جنم دیں گی اور آپ اس کی دایہ گیری کریں گی۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو جنم دیا، اسے میرے حوالے کر دیا گیا۔ میں نے اسے بڑی فیاضی سے دودھ پلایا۔ ایک روز میں حسن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملانے کے لئے لے آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نواسہ سینے سے لگا لیا۔ اس نے آپ کے سینہ پر پیشاب کر دیا اور پیشاب کی نمی آپ کے ازار بند تک پہنچ گئی۔ میں نے اس کی گردن پر ہلکی سی تھپکی دی، تو فرمانے لگے: اللہ آپ کو ہدایت دے یا فرمایا: اللہ آپ پہ رحم کرے! آپ نے میرے لخت جگر کو تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے عرض کیا: اپنا ازار دیجئے، دھو دیتی ہوں، فرمایا: شیر خوار بچی پیشاب کرے، تو دھونا ہوگا اور بچہ کرے، تو چھینٹے ہی کافی ہیں۔"

(مسند الإمام أحمد:6/360، وسندہ، صحیح)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (196ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ کُنْتُ فِیمَنْ قَتَلَ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ، ثُمَّ غُفِرَ لِی، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ، اسْتَحْیَیْتُ أَنْ أَمُرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَیَنْظُرَ فِی وَجْھِی.

"اگر (بالفرض والمحال) میں قاتلینِ حسین میں شریک ہوں اور میرا یہ جرم معاف کر دیا جائے، جنت میں بھی چلا جاؤں، تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے سے شرم محسوس کروں گا۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی:3/312، ح:2928، وسندہ، حسن)

حضرت علی اور اھل بیت سے کبھی بھی

دشمنی نہ کرنا اور ایک دشمن اھلبیت کا واقعہ

حضرت امام، عمران بن ملحان ابو رجاء عطاردی رحمہ اللہ تعالیٰ (105ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَسُبُّوا عَلِيًّا وَلَا أَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ، فَإِنَّ جَارًا لَنَا مِنْ بَلْهُجَيْمِ قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا إِلٰى هٰذَا الْفَاسِقِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِي عَيْنَيْهِ، فَطَمَسَ اللّٰهُ بَصَرَه.

"سیدنا علی اور اہل بیت کو برا مت کہیں، کیوں کہ ہمارے پڑوس میں قبیلہ بلھجیم کا ایک شخص رہتا تھا، اس نے کہا: کیا تم اس فاسق (ابن فاسق) حسین بن علی کو نہیں دیکھتے؟ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ یہ کہنا تھا کہ اللہ نے اس کی آنکھوں میں دو کیل مارے اور وہ ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔"

(فضائل الصّحابۃ لأحمد: 982، المعجم الکبیر للطّبرانی: 2830، وسندہ، صحیحٌ)

اھل بیت نبوت سے محبت کرو لیکن رافضی، حروری اور قدریہ نہ بننا

"امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حُبَّ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ، وَلَا تَكُنْ رَافِضِيًّا، وَاعْمَلْ بِالْقُرْآنِ، وَلَا تَكُنْ حَرُورِيًّا، وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَتَاكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ، وَمَا أَتَاكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ، وَلَا تَكُنْ قَدَرِيًّا، وَأَطِعِ الْإِمَامَ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا.

"اہل بیت رسول سے محبت کیجئے، رافضی نہ ہو جایئے۔ قرآن پر عمل کیجئے، خارجی نہ ہویئے۔ یاد رکھئے کہ آپ کی ہر نیکی اللہ کی طرف سے ہے اور ہر برائی آپ کی طرف سے ہے۔ منکر تقدیر نہ ہویئے اور حاکم وقت کی اطاعت کیجئے، بھلے وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو!"

(السنّۃ للخلّال، 8: وسندہ، حسنٌ)

طریقہ اہل سنت

ابن تیمیہ (728ھ) لکھتے ہیں:

وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْ طَرِيقَةِ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يُبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ وَيَسُبُّونَهُمْ، وَطَرِيقَةِ النَّوَاصِبِ الَّذِينَ يُؤْذُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ.

"اہل سنت والجماعت روافض سے بری ہیں، جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں، اہل سنت کا ناصبیوں سے بھی اعلان برائت ہے، جو بزبان قال وحال اہل بیت کو تکلیف دیتے ہیں۔"

(العقیدۃ الواسطیۃ، ص 192)

نیز یہ بھی تحریر کرتے ہیں:

وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَيَتَوَلَّوْنَ جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الْجَهْلِ وَلَا مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ، وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْ طَرِيقَةِ الرَّوَافِضِ وَالنَّوَاصِبِ جَمِيعًا، وَيَتَوَلَّوْنَ السَّابِقِينَ وَالْأَوَّلِينَ كُلَّهُمْ، وَيَعْرِفُونَ قَدْرَ الصَّحَابَةِ وَفَضْلَهُمْ وَمَنَاقِبَهُمْ، وَيَرْعَوْنَ حُقُوقَ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّتِي شَرَعَهَا اللّٰهُ لَهُمْ.

"اہل سنت تمام مؤمنوں سے محبت کرتے ہیں۔ علم و انصاف پر مبنی کلام کرتے ہیں، کسی جہالت اور نفس پرستی کا اظہار نہیں کرتے۔ روافض اور نواصب سے اعلان براءت کرتے ہیں، تمام سابقین واولین سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں، صحابہ کرام کی فضیلت ومراتب کی مکمل معرفت رکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے حقوق مقرر کیے ہیں ان کا خیال رکھتے ہیں۔" (منھاج السنۃ النبویۃ: 2/71)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت مدار ایمان ہے ان سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی دشمنی کرے گا

امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ (360ھ) "حدیث ثقلین" کے تحت لکھتے ہیں:

فَيَدُلُّ عَلٰى أَنَّ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى، وَأَمَرَ أُمَّتَهُ، بِالتَّمَسُّكِ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِسُنَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي رِجُوعِهِ مِنْ هٰذِهِ الْحَجَّةِ بِغَدِيرِ خَمٍّ فَأَمَرَ أُمَّتَهُ، بِكِتَابِ اللّٰهِ وَالتَّمَسُّكِ بِهِ وَبِمَحَبَّةِ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَبِمُوَالَاةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَتَعْرِيفِ النَّاسِ شَرَفَ عَلِيٍّ وَفَضْلِهِ عِنْدَهُ،، يَدُلُّ الْعُقَلَاءَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى أَنَّهُ، وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَتَمَسَّكَ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَبِسُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، وَبِمَحَبَّتِهِمْ وَبِمَحَبَّةِ أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ، وَالتَّعَلُّقِ بِمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنَ الْأَخْلَاقِ الشَّرِيفَةِ، وَالِاقْتِدَاءِ بِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَمَنْ كَانَ هٰكَذَا، فَهُوَ عَلٰى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ، أَلَا تَرٰى أَنَّ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ السُّلَمِيَّ قَالَ: وَعَظَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي سَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .وَالْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ فَهُمْ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَمَنْ كَانَ لَهُمْ مُحِبًّا رَاضِيًا بِخِلَافَتِهِمْ، مُتَّبِعًا لَهُمْ، فَهُوَ مُتَّبِعٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ أَحَبَّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّيِّبِينَ، وَتَوَلَّاهُمْ وَتَعَلَّقَ بِأَخْلَاقِهِمْ، وَتَأَدَّبَ بِأَدَبِهِمْ، فَهُوَ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْوَاضِحَةِ، وَالطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ وَالْأَمْرِ الرَّشِيدِ، وَيُرْجٰى لَهُ النَّجَاةُ،......

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَمَا تَقُولُ فِيمَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ، مُحِبٌّ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، مُتَخَلِّفٌ عَنْ مَحَبَّةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَعَنْ مَحَبَّةِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، غَيْرُ رَاضِي بِخِلَافَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ،؟ هَلْ تَنْفَعُهُ، مَحَبَّةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؟ قِيلَ لَهُ: مَعَاذَ اللّٰهِ، هٰذِهِ صِفَةُ مُنَافِقٍ، لَيْسَتْ بِصِفَةِ مُؤْمِنٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ

بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ، وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ آذٰى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِي وَشَهِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْخِلَافَةِ وَشَهِدَ لَه، بِالْجَنَّةِ، وَبِأَنَّه، شَهِيدٌ، وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُحِبٌّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَه، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبَّانِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَمِيعُ مَا شَهِدَ لَه، بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضَائِلِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهَا وَمَا أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَحَبَّتِهِ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَه،، فَمَنْ لَمْ يُحِبَّ هٰؤُلَاءِ وَيَتَوَلَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَقَدْ بَرِئَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَذَا مَنْ زَعَمَ أَنَّه، يَتَوَلّٰى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِهِ وَيَزْعُمُ أَنَّه، لَا يَرْضٰى بِخِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَا عُثْمَانَ وَلَا يُحِبُّهُمْ وَيَبْرَأُ مِنْهُمْ، وَيَطْعَنُ عَلَيْهِمْ، فَنَشْهَدُ بِاللّٰهِ يَقِينًا أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بُرَآءٌ مِنْهُ لَا تَنْفَعُه، مَحَبَّتُهُمْ حَتّٰى يُحِبَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، كَمَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيمَا وَصَفَهُمْ بِهِ، وَذَكَرَ فَضْلَهُمْ، وَتَبَرَّأَ مِمَّنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ، فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَنْ ذُرِّيَّتِهِ الطَّيِّبَةِ.

هٰذَا طَرِيقُ الْعُقَلَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يَقْذِفُ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّعْنِ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، لَقَدِ افْتَرٰى عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ وَقَذَفَهُمْ بِمَا قَدْ صَانَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ وَهَلْ عَرَفْتُ أَكْثَرَ فَضَائِلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، إِلَّا مِمَّا رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ؟.

"یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطبہ منیٰ میں ارشاد فرمایا اور امت کو کتاب و سنت مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔ حج سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر حکم دیا کہ کتاب اللہ کو تھامے رکھیں، اہل بیت سے محبت و مودت قائم رکھیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت رکھیں، لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مقام و مرتبہ سے روشناس کرایا اور عقل و بینش والے مسلمانوں کی راہنمائی کی کہ کتاب و سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ ان سے محبت اور اہل بیت سے عقیدت کا دم بھریں، نیز ان کی عمدہ خصلتوں کی خوشہ چینی اور پیروی کریں۔ ایسا شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر غور کیجئے، بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا پرتاثیر وعظ کیا کہ ہماری آنکھیں چھم چھم بہنے لگیں، دلوں پر رقت طاری ہوگئی۔ ہم عرض گزار ہوئے: اللہ کے رسول! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے، کیا وصیت فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ امیر کی طاعت گزاری کا کہتا ہوں، اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ عنقریب میری وفات کے بعد شدید اختلافات کا منہ دیکھنا پڑے گا، ایسے حالات میں میری سنت کو تھامے رکھنا اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔ دین میں نئے کام جاری کرنے سے بچیں، دین میں ہر نیا کام بدعت

ہےاور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔

خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی وحضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ہیں۔ جو ان سے محبت وعقیدت رکھے، ان کی خلافت پر راضی ہو اور ان کی اقتدا کرے، وہ کتاب وسنت کی پیروی کر رہا ہے۔ جو پاک باز اہل بیت سے محبت ومودت کرے، ان کے خصائل حمیدہ کو اپنا شعار ودثار بنا لے اور کما حقہ ادب بجالائے، ایسا شخص واضح دلیل پر قائم ہے، صراط مستقیم کا راہی ہے اور وہ نجات وجنت کی امید رکھے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے، جو کہتا ہو کہ میں ابو بکر، عمر اور عثمان سے محبت کرتا ہوں اور علی اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے محبت نہیں رکھتا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم نہیں کرتا؟ آیا اسے حضرات ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی محبت کوئی فائدہ دے گی؟

ایسے شخص کے بارے میں کہا جائے گا: معاذ اللہ! یہ منافق کی خصلت ہے، نہ کہ مومن کی۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: " آپ سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا۔" (صحیح مسلم: 78) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی" (زوائد فضائل الصحابۃ للقطیعی :1078، وسندہ حسن)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ اور اسکے رسول کے محبوب، شہید اور جنتی ہیں آپ کا دشمن لعنتی جہنمی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت، جنت اور شہادت کی خبر دی ہے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ اور اللہ ورسول آپ کے محبّ ہیں، وہ تمام فضائل جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین سے محبت کرنا وغیرہ۔ جو ان نفوس قدسیہ سے محبت وعقیدت نہیں رکھتا، وہ دنیا وآخرت میں لعنتی ہے، ایسے بد بخت سے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنھم بری ہیں۔

اسی طرح جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام سے محبت کا دم بھرے اور کہے کہ میں حضرت ابو بکر وعمر اور عثمان غنی کی خلافت کو نہیں مانتا، نہ ہی ان سے محبت کرتا ہوں، ان سے براءت کا اعلان کرے اور ان پر طعن وتشنیع کے نشتر چلائے، ایسے شخص کے متعلق ہم اللہ کو گواہ بنا کر برملا کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنھما بھی اس سے بری ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بری ہوں گے۔ اسے ان کی محبت کچھ فائدہ نہ دے گی، تا آنکہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بھی محبت کرنے لگ جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان پاک باز ہستیوں کی تعریف کی ہے، فضائل بیان کئے ہیں اور ہر اس شخص سے اعلان براءت کیا ہے، جو ان سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی آل سے راضی ہو۔

یہ عقلمند مسلمانوں کا راستہ ہے۔ ہم ایسے شخص سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جو اہل بیت پر تہمت لگائے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق، عمر الفاروق اور عثمان غنی رضی اللہ

تعالیٰ عنھم پر طعن کیا ہے۔ اہل بیت پر جھوٹ تھوپے گئے ہیں اور انہیں ایسی ایسی باتوں سے متہم کیا گیا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچائے رکھا۔ کیا حضرات ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اکثر فضائل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایات میں نہیں ملتے؟" (الشریعۃ:5/22,21)

رافضی، شیعہ اور ناصبی وخارجی کون؟

حافظ ذہبی (748ھ) سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

إِنَّ تَرْكَ التَّرَحُّمِ سُكُوتٌ، وَالسَّاكِتُ لاَ يُنْسَبُ إِلَيْهِ قَوْلٌ، وَلٰكِنْ مَنْ سَكَتَ عَنْ تَرَحُّمِ مِثْلِ الشَّهِيدِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ، فَإِنَّ فِيهِ شَيْئاً مِنْ تَشَيُّعٍ، فَمَنْ نَطَقَ فِيهِ بِغَضٍّ وَتَنَقُّصٍ وَهُوَ شِيعِيٌّ جَلْدٌ يُؤَدَّبُ، وَإِنْ تَرَقّٰى إِلَى الشَّيْخَيْنِ بِذَمٍّ، فَهُوَ رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ، وَكَذَا مَنْ تَعَرَّضَ لِلإِمَامِ عَلِيٍّ بِذَمٍّ، فَهُوَ نَاصِبِيٌّ يُعَزَّرُ، فَإِنْ كَفَّرَه،، فَهُوَ خَارِجِيٌّ مَارِقٌ، بَلْ سَبِيلُنَا أَنْ نَسْتَغْفِرَ لِلْكُلِّ، وَنُحِبُّهُم، وَنَكُفَّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُم.

"صحابہ کرام کے حق میں دعائے رحمت نہ کرنا سکوت ہے، اور ساکت کی طرف کسی بات کی نسبت نہیں کی جا سکتی، لیکن جو جام شہادت نوش فرمانے والے امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے رحمت سے سکوت اختیار کرے، ایسے شخص سے شیعیت کی بد بو آتی ہے۔ جو آپ کے بارے میں زبان درازی کرے اور شان میں تنقیص کرے، وہ رافضی اور شیعہ ہے اور تادیبی کوڑوں کا مستحق ہے۔ حضرات شیخین سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما پر طعن کی جرأت و جسارت کرنے والا خبیث، رافضی اور ناخلف ہے۔ اسی طرح جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا حرکت کرے، آپ پر سب وشتم کرے وہ ناصبی ہے اور سخت تعزیر کا مستحق ہے۔ اور آپ کی تکفیر کرنے والا خارجی جہنم کا کتا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہم ان سب خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استغفار کرتے ہیں، ان سے محبت و مودت رکھتے ہیں اور مشاجرات صحابہ میں زبان بندی کرتے ہیں۔" (سیر أعلام النبلاء:7/370)

کسی بھی امام اھلبیت سے شیخین کریمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی توھین و تنقیص ثابت نہیں چنانچہ

ابن تیمیہ (728ھ) لکھتے ہیں:

وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مَا زَالَا مُكْرِمَيْنِ لَه، غَايَةَ الْإِكْرَامِ بِكُلِّ طَرِيقٍ، مُقَدِّمَيْنِ لَه،، بَلْ وَلِسَائِرِ بَنِي هَاشِمٍ عَلٰى غَيْرِهِمْ فِي الْعَطَاءِ، مُقَدِّمَيْنِ لَه، فِي الْمَرْتَبَةِ وَالْحُرْمَةِ وَالْمَحَبَّةِ وَالْمُوَالَاةِ وَالثَّنَاءِ وَالتَّعْظِيمِ، كَمَا يَفْعَلَانِ بِنُظَرَائِهِ، وَيُفَضِّلَانِهِ بِمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ عَلٰى مَنْ لَيْسَ مِثْلَه،، وَلَمْ يُعْرَفْ عَنْهُمْ كَلِمَةُ سُوءٍ فِي عَلِيٍّ قَطُّ، بَلْ وَلَا فِي أَحَدٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.

" ترجمہ: حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما حضور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ہر اعتبار سے کما حقہ اکرام کرتے تھے، آپ تو کجا، دیگر بنو ہاشم کو بھی نوازش میں پیش پیش رکھتے تھے۔ مقام و مرتبہ، عزت و توقیر، محبت اور

مودت اور تعظیم میں مقدم کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے ہم نواؤں سے بھی یہی سلوک تھا، انہیں اللہ کی دی ہوئی فضلیت کے مطابق ان پر فضلیت دیتے تھے، جنہیں وہ فضلیت نصیب نہ ہوئی ہو۔ نیز حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہء کرام کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بلکہ کسی ہاشمی کے بارے میں نازیبا کلمہ کہنا قطعاً ثابت نہیں۔"

(منہاج السنۃ النبویۃ :6/178)

اہل بیت نبوت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصایا کا بھرپور احترام کیا جائے گا

مؤرخ اسلام مفسر قرآن حافظ ابن کثیر (774ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا تُنْكَرُ الْوَصَاةُ بِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَالْأَمْرُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْتِرَامِهِمْ وَإِكْرَامِهِمْ، فَإِنَّهُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ طَاهِرَةٍ، مِنْ أَشْرَفِ بَيْتٍ وُجِدَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَخْرًا وَحَسَبًا وَنَسَبًا، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانُوا مُتَّبِعِينَ لِلسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ الصَّحِيحَةِ الْوَاضِحَةِ الْجَلِيَّةِ، كَمَا كَانَ عَلَيْهِ سَلَفُهُمْ، كَالْعَبَّاسِ وَبَنِيهِ، وَعَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

"اہل بیت کے بارے میں وصایا نبویہ اور ان سے حسن سلوک، رواداری اور عزت و اکرام کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ یہ پاکیزہ ہستیاں ہیں۔ فخر اور حسب ونسب کے اعتبار سے کرۂ ارض پر سب سے باعزت گھرانا ہے، خاص کر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی دل و جان سے پیروی کرنے والے ہوں، جیسا کہ پہلے سیدزادے ہوا کرتے تھے۔ مثلاً سیدنا عباس، آل عباس، سیدنا علی اور ان کے اہل بیت وغیرہ۔"

(تفسیر ابن کثیر 201/7، ت سلامۃ)

ولایت علی رضی اللہ عنہ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم چوتھے خلیفہ راشد اور امیر المؤمنین ہیں۔ آپ کی شان امتیازی میں اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ترجمہ میں جس جس کا مولیٰ علی اس اس کے مولیٰ ہیں۔ جب اعلان ولایت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکمل ہوا تو حضور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر مبارک باد دی "بخ بخ یا علی اصبحت مولای و مولیٰ کل مومن" اے علی آپ کو مبارک ہو آپ کو مبارک ہو، آپ میرے مولیٰ ہوگئے اور تمام مومنوں کے مولیٰ ہوگئے۔

ابن تیمیہ نے (728ھ) لکھا ہے:

وَمَنْ طَعَنَ فِي خِلَافَةِ أَحَدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ؛ فَهُوَ أَضَلُّ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ.

"جو خلفائے راشدین میں کسی ایک کی خلافت پر طعن کرے، وہ گدھے سے زیادہ بے وقوف ہے۔"

(العقیدۃ الواسطیۃ، ص184)

نیز یہ بھی تحریر کیا:

أَمَّا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يُحِبُّونَه، وَيَتَوَلَّوْنَه،، وَيَشْهَدُونَ بِأَنَّه، مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْأَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّينَ.

"جہاں تک سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی کا تعلق ہے، تو اہل سنت والجماعت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غایت درجہ محبت و دوستی رکھتے ہیں اور دل و جان سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ میں سے ہیں۔"

(منہاج السنۃ النبویۃ:6/18)

اھل سنت والجماعت کا منہج

اہل سنت والجماعت اعتدال پسند ہیں، غلو و تقصیر سے کوسوں دور ہیں۔ افراط و تفریط سے مُبَرَّا ہیں، ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیتے ہیں۔ سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام سے محبت و مودت عین ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کی شان میں تنقیص کے تصور سے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں، آپ کو چوتھا خلیفہ برحق تسلیم کرتے ہیں، آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے تقدس کا خیال رکھتے ہیں، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب و فضائل کے قائل ہیں۔ ان کی شہادت باسعادت کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ جو ان سے محبت رکھے اس سے محبت، جو ان سے عداوت رکھے، اس سے عداوت رکھتے ہیں اور اس کی شقاوت و بدبختی سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں۔

علمائے اہلسنت والجماعت اور تمامی محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مدار اسلام سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کی امانت، دیانت، عدالت، صداقت اور للّٰہیت مُسلَّم ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت جزو ایمان سمجھتے ہیں، ہر ایک کو اس کا مقام و مرتبہ دیتے ہیں۔ کسی کے حق میں کمی نہیں لاتے۔ انہیں ہدف تنقید و ملامت بنانا برے لوگوں کا شیوہ ہے۔ ان کی تنقیص درحقیقت حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی تنقیص ہے۔

محدثین کرام اور عقیدۂ اہلسنت

صحابۂ کرام کے بارے میں ائمہ محدثین عظام کے عقائد اور مناھج میں سرِ مُو انحراف نہیں۔ صحابہ کے مابین اختلافات و مشاجرات میں وہ لوگ اہل سنت کے عقیدہ پر ہیں وہ ان کے بارے میں اپنی زبانیں بند رکھتے ہیں، طرف داری سے گریزاں رہتے ہیں۔ ان کے حق میں معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ تمام صحابہ پر اللہ تعالیٰ کی رضا و رضوان ہے اور وہ کلًا وعداللہ الحسنٰی کے مطابق قطعی جنتی ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، تو آپ ان اصحاب سے راضی تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کے مشاجرات کے بارے میں اپنے نبی کو آگاہ فرما دیا تھا۔

ہمارے نزدیک صحابیت گراں قدر شرف ہے۔ صحابی وہ ہے کہ جس نے متاع ایمان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ زیبا کا دیدار کیا ہو یا آپ سے ملاقات کی ہو اور حالت ایمان میں وفات پائی ہو۔

ہندوستان میں حضور مدار پاک کے مشہور خلفائے کرام

ازقلم۔۔ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری المداری دارالنور آستانہ عالیہ زندہ شاہ مدار مکن پور شریف کانپور نگر

چوں کہ حضور مدار پاک سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کی عمر شریف 596 سال کی طویل مدت کو محیط ہے جو ساٹھ ہزار ایک سو باون مہینوں (60,152) اور دو لاکھ چودہ ہزار پانچ سو ساٹھ دنوں (2,14,560) پر مشتمل ہے، چھ صدیوں پر محیط اس طویل زمانے میں کتنے اہل اللہ مرید ہوئے کتنوں نے فیض اٹھایا کس کس ملک میں کون کون خلیفہ مقرر ہوا اس کا حساب وشمار نہایت مشکل ہے حضور مدار پاک کا مقصد تبلیغ مریدین وخلفاء کی تعداد میں اضافہ کرنا نہیں تھا اور نہ ہی اہل اسلام کے گھروں میں دعوت وضیافت اڑانے کا کوئی پروگرام تھا۔

آپ بحکم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفر کے بادیۂ ظلمت میں اسلام کی روشنی پھیلانے کیلئے داعیء اسلام کی حیثیت سے یہاں تشریف لائے تھے.

قاسم نعمات نے طعام بہشتی وغذائے ملکوتی کھلا کر کھانے پینے سے آپ کو بے نیاز فرما دیا تھا، حُلّۂ بہشتی پہنا کر کپڑے اور جامے کے احتیاج سے بھی مستغنی کر دیا تھا۔

بارگاہ رسالت میں تعلیم وتربیت پاکر اور درس گاہ مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے تحصیل وتکمیل کے مدارج طئے کر لینے کے بعد اب چنداں کسی مربی ومعلم کی حاجت بھی نہیں تھی، خفیف الحاذ ہونے کی وجہ سے کسی کیلئے کسی قسم کے اموال کی ذخیرہ اندوزی کا بھی کوئی غرض نہیں تھا۔

صرف اور صرف حکم رسالت پر عمل کر کے کفر کی سرزمین پر اسلام کی کھیتی کرنا، اسلام کے پرچم کی سربلندی، اور ,, کلمۃ الحق،، کی آواز کو بلند کرنا اور قدیم ہندوستان کو نور اسلام سے منور کر دینا ہی آپ کی دعوت وتبلیغ کا مقصد تھا۔

پھر بھی اسلامی مشن کو فروغ دینے اور استحکام بخشنے اور اسلام قبول کرنے والوں میں تنظیمی صلاحیتوں کو بحال کرنے کیلئے جہاں جہاں ضرورت محسوس کی اپنے نائبین وخلفاء کی جماعت باصواب اور اپنے اصحاب خواص کو منتخب فرمایا۔

اہل سیر نے آپ کے مشہور خلفاء کے نام اپنی اپنی کتابوں میں اپنی معلومات کے مطابق درج کیا ہے۔

ان میں سے کچھ مشہور خلفائے کرام کے اسمائے گرامی اور انکے مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔تاکہ ان لوگوں کا قبلہ درست ہو جائے جو یہ افواہ اڑاتے ہیں کہ حضور مدار پاک نے کسی کو اپنا خلیفہ ہی نہیں بنایا تھا۔معاذ اللہ!

اس جھوٹ کے سدباب کیلئے بزرگان دین نے اپنے اپنے دور میں حضور سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کے باوقار وباکمال خلفائے کرام کا ذکر خیر بڑے ہی حسین انداز میں اچھے القاب وآداب کے ساتھ کیا ہے۔

ان میں سے کچھ خلفائے نامدار کا ذکر خیر ہدیۂ قارئین ہے۔

مکن پور شریف میں مدار پاک کے خلفاء

حضور زندہ مدار پاک قدس سرہ کے پانچ خلفائے کرام کے مزارات دارالنور مکن پور شریف میں مرجع خلائق ہیں.

ان میں سے تین بزرگ

۱۔قطب جہاں حضرت خواجہ سید ابو محمد ارغوں قدس سرہ

۲۔حضرت خواجہ سید ابوالحسن طیفور قدس سرہ

۳۔ وحضرت خواجہ سید ابوتراب فنصور قدس سرہ

ان تینوں خلفائے باوقار اور شہزادگان کو اپنی فرزندی میں لے کر کنفسِ واحدہ قرار دیا ان ہی حضرات سادات سے گروہ خادمان جاری ہوا یہ تینوں بزرگ حضور مدار پاک کے برادرزادے ہیں، حضور مدار پاک کے ہمراہ ملک شام سے مکن پور شریف تشریف لائے سادات مکن پور شریف کے یہی جد اعلیٰ اور مورث اعظم ہیں۔ ان ہی سے گروہ خادمان جاری ہے۔ یہی سرکار مدار پاک کے نائب و جانشین ہیں۔ ان کی سیرت وسوانح عنقریب پیش ہوگی۔

حضرت دادا علی عرف شیر قاضی لہری

اسی قصبۂ نور مکن پور شریف میں حضور مدار پاک کے ایک اور جلیل القدر خلیفہ حضرت دادا علی شیر عرف قاضی لہری ہیں جن کی نسل سے قوم معماران یہاں منسوب و آباد ہیں آپ کا مزار مقدس حضرت دادا سید ابو محمد ارغون قدس سرہ کے مزار شریف سے متصل جانب مغرب قبہ کے اندر ہے۔ مکن پور شریف کی قوم معماران حضرات ان ہی قاضی لہری کی نسل سے ہیں خانقاہ شریف میں پوتی اور گل پوشی کی رسم جو چھ جمادی المدار کو ہوتی ہے اس کی بعض ذمہ داریاں ان ہی کے سپرد ہیں۔

حضرت مکن سرباز

مکن پور شریف میں حضور مدار پاک سید بدیع الدین احمد قدس سرہ کے ایک اور خلیفہ حضرت خیر الدین عرف مکن سرباز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار محلہ شتر بانان میں ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے نام پر قصبہ مکن پور شریف کو کبھی خیر آباد کہا گیا اور اب مکن پور کہتے ہیں۔

بارگاہ مدار پاک میں آپ کی بڑی خدمات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ہی نے مدار پاک کے گنبد اقدس کا،، زرین کلس،، اپنی پاک کمائی سے چڑھایا تھا واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت یٰسین شاہ قدس سرہ

حضور مدار پاک قدس سرہ کے ایک خلیفہ حضرت یٰسین شاہ قدس سرہ ہیں جن کے نام سے مکن پور شریف ایسن ندی موسوم ہے۔

''یسین ندی'' کثرت استعمال سے ایسن ندی کہی جانے لگی، حضور مدار پاک نے انہی سے فرمایا تھا کہ میری عصا لے جاؤ اور جانب شمال ایک لکیر کھینچ کر کہہ دو کہ اللہ کے حکم سے جاری ہو جا۔ چناں چہ دریائے فیض جاری ہو گیا جو یٰسین ندی سے مشہور ہوا۔

ایام عرس میں اسی ندی کا پانی درگاہ شریف کی دیگ میں استعمال ہوتا ہے کھیر پکتی ہے پانی کھیر میں ڈالتے ہیں لیکن ذائقہ دودھ کا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ ان کا مزار قریہ روگاؤں جوار مکن پور شریف میں ہے۔ بعض خدا گنج مضافات قنوج میں بتاتے ہیں۔ ایک خلیفہ حضرت یٰسین نام کے ضلع بستی میں ہیں جن کا مزار مرجع خلائق ہے۔

آپکے دو خلیفہ جوار مکن پور شریف میں'' گوجے پور گاوں'' قصبہ'' ارول سے ایک کلومیٹر جانب جنوب میں ہیں۔

ا۔ حضرت میر سید شمس الدین حسن عرب قدس سرۃ

۲۔ اور حضرت میر سید رکن الدین حسن عرب قدست سرہ ہیں بعض کتب میں تحریر ہے کہ یہ دونوں حضرات بی بی نصیبہ کے بھائی کے صاحبزادے ہیں، جو حضور غوث الاعظم دستگیر قدس سرہ کی بہن تھیں۔ زینب و بی بی نصیبہ خواہران حضرت اند۔ ع سادات مکن پور کے اھل بصیرت حضرات فرماتے ہیں کہ بارگاہ معلیٰ حضرت قطب المدار کا دفتر وقلمدان ان ہی حضرات کے سپرد ہے۔ آج بھی قبولیت دعا کیلئے ان میر صاحبان کو وسیلہ بنانے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

تذکرہ مشائخ عظام میں خلفائے کرام کی تعداد

کتاب تذکرہ مشائخ عظام کے مؤلف حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی سینئیر استاذ دارالعلوم شمس العلوم گوسی ضلع مئوعصر حاضر کے ایک معتبر سنی حنفی قلم کار ہیں ,, خلفائے راشدین ,, اور ,, حدیث نبوی ,, اور ,, سلطان الہند غریب نواز ,, جیسی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بریلوی خیمہ میں اعتبار کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔آپ کی کتاب تذکرہ مشائخ عظام میں جہاں علامہ افتخار احمد قادری مصباحی کی تقریظ جلیل ہے وہیں مولانا عبدالمبین نعمانی قادری چریّا کوٹی کا مقدمہ ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۳۵۸ پر آپ نے حضور سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کے خلفائے باوقار کے کچھ اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں۔ لکھتے ہیں آپ کے نامور خلفاء حضرت شاہ مدار کا دائرہ ارشاد و تبلیغ کافی وسیع تھا۔اور درازیئ عمر کے سبب کافی لوگوں کو آپ سے فیضیاب ہونے کا موقع بھی میسر آیا۔ایک ایک مجلس میں ہزار ہا ہزار لوگ تائب ہوکر بیعت ہوتے۔اس لیئے مریدوں اور خلفاء کی تعداد کا شمار ممکن نہیں۔ چند اہم خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔خواجہ سید ابو محمد ارغون مکن پور۔
۲۔خواجہ سید ابوتراب فنصور مکن پور۔
۳۔خواجہ سید ابوالحسن طیفور مکن پور۔
۴۔خواجہ سید محمد جان من ہیلسہ شریف۔
۵۔قاضی مطہر, کلہ شیر ,ماور شریف۔
۶۔قاضی محمود کنتور شریف۔
۷۔مولانا شاہ حسام الدین سلامتی مانکپور۔
۸۔مولانا شاہ اجمل بہرائچ۔
۹۔سید جلال الدین بخاری بریلی شریف۔
۱۰۔خواجہ شاہ جہندہ بدایوں۔
۱۱۔سید شمس الدین۔
۱۲۔میر سید احمد بادپا کوھوا بن درگاہ ضلع مئو۔
۱۳۔مولانا قاضی صدرالدین جونپور۔
۱۴۔شاہ نصیر الدین۔اس طرح آپ نے کل چودہ خلفائے نامور کے اسمائے گرامی ضبط تحریر کیا ہے۔
(تذکرہ مشائخ عظام ص ۳۵۸ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور)

گلزار ابرار میں خلفائے مدار پاک

عہد جہانگیری کی ایک معتبر کتاب گلزار ابرار ہے اس کا اردو ترجمہ اذکار ابرار کے نام اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ این سمن آباد لاہور سے شائع ہوا ہے یہ کتاب اصل میں فارسی زبان میں محمد غوثی شطاری مانڈوی کی مشہور تصنیف ہے کتاب ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۹۰ء سے ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء تک کی مدت میں تصنیف ہوئی ہے۔کتاب کا ترجمہ فضل احمد جیوری نے کیا ہے کتاب کی ابتدا میں سن تصنیف ۱۰۱۴ھ لکھا ہے . اور سن ترجمہ ۱۳۲۶ھ تحریر ہے مصنف لکھتے ہیں۔حضرت شاہ مدار کے نامدار خلفاء اور سلسلہ دار جو مشہور رہیں۔جن کے حالات میں تحت میں لکھتا ہوں اللہ تعالیٰ جَلَّ شانہ کی خوشنودی نصیب ہو (۱) اول اور مسند خلافت کے صدر نشینوں میں اکمل۔

سید چمن جتی بہاری ہیں۔آپ کو سید جان من جنتی کہا جاتا ہے۔جو ارباب تجرید و تفرید اور توحید کے معلم تھے۔سوائے ایک تختہ چادر کے جو ستر عورت کا کام دیتی ہے قبا اور عبا کی قسم سے کوئی تکمہ دار کپڑا اختیار نہیں کیا آپ کی بابرکت ذات سے اکثر مکاشفے اور خرق عادات ظہور میں آئے ہیں۔

بہار کے علاقہ کے اندر ایک قصبہ (ھیلسہ) میں آپ کی قبر ہے۔

(۲) دوسرے۔قاضی محمو۔۔۔ آپ اپنے زمانے کہ تمام عالموں سے زیادہ فاضل کامل عالم اور عارف تھے۔آپ کی قبر کنتور میں جو علاقہ لکھنؤ میں ہے اہل زمانہ کی یادگار ہے۔

(۳) تیسرے۔قاضی شہاب الدین۔۔۔ آپ پر کالۂ آتش کے نام سے نام زد تھے۔جذبہ ایسا قوی تھا کہ عقل کے پر جلتے تھے۔اور بڑے صاحب جلال تھے۔آپ کی قبر ایک موضع کے

اندر سرکار لکھنؤ میں ہے (آج غالباً یہ بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی میں پڑتا ہے۔)

(۴) چوتھے قاضی مطہر کلہ شیر آپ کو ولایت کے بیان میں آہو چشم، شیر ببر، توحید کی شکار گاہ بین مفتوح العین باز کہنا زیبا ہے۔ ایک ,, مقام ماور ,, مضافات کالپی (اب یہ کانپور دیہات میں بارہ اکبر پور کے آگے ہے) وہاں آپ کی قبر ہے۔

(۵) پانچویں قاضی عبدالمالک بہرائچی ہیں۔۔۔ آپ کے زمانے کے تمام اہل دولت شاہ سے لے کر سپاہی تک دوام دولت اور قیام سلطنت کے بارہ میں آپ کی مراد بخش دعاء کے نیاز مند تھے۔ نیز آپ کی فاتحہ کو خاتمہ بخیر کے بلکل ساتھ ساتھ پاتے تھے آپ کی تربت بہرائچ میں ہے۔

(۶) چھٹے۔ سید خاصہ حضرت شاہ مدار ہمیشہ آپ کو کہا کرتے تھے ,, درون خاصہ برون خاصہ ,, کہتے ہیں آپ کو شاہ صاحب کی خدمت میں بہت خصوصیت تھی، اور شاہ صاحب کے راز و نیاز اور سوز و گداز کے محرم تھے۔ آپ کے روضہ کا مقام راقم کو معلوم نہیں ہوا۔۔

(۷) ساتویں۔ سید راجے دہلوی۔۔ آپ درویشوں کے عمدہ اوصاف اور صوفیوں کے سنجیدہ اخلاق سے موصوف تھے۔ اور ان ہی امور کی رعایت مدنظر رکھنے سے عالی مدارج حاصل کیئے تھے۔ بزرگان عہد کی رجوعات آپ کی طرف بہت کچھ تھی۔ آپ کی بافیض قبر دہلی میں ہے۔

(۸) آٹھویں۔ شیخ بھیکا مجذوب اور ۹۔ نویں۔ شیخ بھیکا ثانی یہ دونوں شخص نام مقصد جذبہ اور عشق میں متماثل بلکہ باہم عین تھے۔ ہمیشہ حالت بے ہوشی میں رہتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں کی کرامتوں کی داستانیں لوگوں کی زبانوں پر بہت کچھ ہیں۔ اولیس شیخ کی قبر قنوج کہ قلعہ میں ہے۔

(۹) نویں خلیفہ۔ شیخ اَلاَّ۔ اس سلسلے کہ بعض فصیح اللسان لوگ آپ کو شیخ اعلی بھی کہتے ہیں۔ لیکن عوام کے نزدیک شیخ اَلاَّ کے نام سے ہی نامزد ہیں۔ آپ بھی انہیں مجذوبوں میں سے ہیں جو مشہور دنیا ہیں آپ کو جذبہ اور حقیقی جنون کی لہریں آیا کرتی تھیں آپ کی قبر گور میں ہے

(۱۰) دسویں۔ محمد جھندہ۔ آپ کی پیدائش بدایوں کی ہے عجیب وغریب اسرار الٰہی اور امور غیبی آپ سے ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی قبر زاد بوم میں ہی ہے۔

(۱۱) گیارہویں۔ شیخ محمد بائیں پانوں۔ اس خطاب کے ساتھ آپ کے ملقب ہونے کی وجہ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کے آپ رات اور دن برابر بائیں پاوں پر کھڑے رہ کر بارہ سال گزار دیئے اور اس عرصہ میں داہنا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہیں۔ اس طرح کی ریاضت میں آپ نے عجیب وغریب بات پیدا کی تھی۔ آپ کا پرانوار مزار کہریسہ کے حدود میں ,, قصبہ گھوسی سے ۱۰ کلومیٹر آگے،، کوٹھوابن ضلع مئو میں ہے۔

صدر الذکر بزرگوں کے سوا ان میں سے ہر ایک کے جانشین بھی علی الاتصال ہر ایک عہد میں ہوئے ہیں جو ہمیشہ اپنے پیشواوں کے افعال اور احوال کے ساتھ متصف تھے۔ اور کارگزاری اور رسم سلسلہ داری ادا کرتے تھے۔ امید ہے کہ کوئی اور شوقین مزاج صاحب ان اصحاب کا تذکرہ لکھ کر اپنی اخروی نجات کے واسطے سعادت نامہ مزیں بہ مہر فرماویں گے۔

(گلزار ابرار مترجم مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ راین سمن آباد لاہور)

تحفۃ الابرار میں خلفائے قطب المدار

تحفۃ الابرار فی مناقب قطب المدار مؤلفہ جناب عزیز اللہ مداری کنتوری ہے یہ کتاب عہد جہانگیری میں ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء کی تصنیف ہے۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اس کا قلمی نسخہ حضرت سید اثر علی جعفری مکن پوری نے مجھے بہت محبت اور خوشی کے ساتھ عطا فرمایا۔ اس کتاب میں پانچ ابواب اور ایک خاتمہ ہے۔ کتاب

کا چوتھا باب حضور مدار پاک قدس سرہ کے خلفاؤ مریدین کے بارے میں ہے اس میں جن مشہور خلفاء کے نام درج ہے وہ ھدیہ قارئین ہے۔

اول۔ (۱) اجملهم واکملهم وافضلهم واوصلهم شیخ طریقت برہان حقیقت خلاصہ درگاہ معبود، معدن فتوت وجود، * قاضی محمود * ذکرہ اللہ با لخیران کا تفصیلی ذکر بعد میں ہوگا ان کا وصال ۸۴۷ھ ہے۔

(۲) ان ہی میں سے ایک قاضی عبدالماک ہیں۔

(۳) ان میں سے ایک قطب الاقطاب * قاضی شہاب الدین پرکالئہ آتش * ہیں۔

(۴) ان ہی میں سے ایک شیر بیشئہ ولایت * قاضی مطہر * قلہ شیر ہیں۔، (یہی مصدر عاشقان مدار ہیں)

(۵) ان ہی میں سے ایک * سید خاصہ * ہیں۔

(۶) ان ہی میں سے ایک سید راجے دہلوی ہیں۔

(۷) ان ہی میں سے شیخین مجذوبین بکھاری ہیں۔

(۸) ان ہی میں شاہ الاّ وبعضے شاہ اعلی کہتے ہیں۔

(۹) ان ہی میں سے شیخ محمد جھندہ بدایونی ہیں (بدایوں میں ایک خلیفہ شاہ منہاج ہیں اور اور ایک معصوم علی شاہ ملنگ اور شیخ اعظم علی شاہ ملنگ مجرد مداری خلیفہ کے خلیفہ ہیں یہ بھی مشہور خلائق ہیں، مردان خدامولٰہ ضیاء علی اشرفی میں ان کی تفصیل ہے)۔

(۱۰) ان ہی میں سے قدوہ مشائخ زمین * میر سید جمن "جتی ,, * بہاری قدس سرہ ہیں (یہ سرگروہ دیوان گان کہے جاتے ہیں ان سے دیوان گان کی کئی مشہور شاخیں نکلی ہیں جن کا تفصیلی ذکر بعد میں ہوگا ان کا مزار ھیلسہ بہار میں ہے دیوانا اور ملنگوں کی جماعت ان سے نکلی ہے)۔

(۱۱) ان ہی میں سے مولانا حسام الدین سلامتی ہیں

(۱۲) ان میں سے ایک سید صدرالدین ہیں

(۱۳) ان میں سے ایک شیخ حسین معز بلخی برادازادہ شیخ مظفر بلخی ہیں

(۱۴) ان میں سے ایک شیخ مظہر ہیں جو ماوراء النہر سے ہندوستان آئے۔

(۱۵) ان میں سے ایک شمس ثانی چوبدار قطب المدار ہیں

(۱۶) ان میں سے ایک صاحب کرامت باہر سید طاہر قدس سرہ ہیں

(۱۷) ان ہی میں سے مفتخر عہدو زماں صدر صدور میر سید صدر جہاں ہیں۔ جنہیں سید اکمل بھی کہتے ہیں۔

(۱۸) ان میں سے ایک میر سید احمد باد پا ہیں جو در میان خلائق مشہور ہیں مزار کلوا بن میں ہے

(۱۹) ان میں سے ایک حضرت آدم صوفی ہیں جو حضرت قطب المدار کے بزرگ خلیفہ میں سے ہیں

(۲۰) ان میں سے ایک شیخ محمد ہیں جنہوں نے حضور مدار پاک سے سوال کیا کہ قلندر کسے کہتے ہیں مدار پاک نے جواب مرحمت فرمایا کہ جو مقام تجرید وتفرید کو پہونچ کر صفات الہٰی سے متصف ہوگیا وہ قلندر رہے۔

(۲۱) ان ہی میں سے ایک شاہ بدھ ہیں جنہوں نے حضور مدار پاک قدس سرہ سے استفسار کیا کہ موحد کسے کہتے ہیں جواب میں ارشاد ہوا کہ مُوَحّد وہ ہے جو ذات احد کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ پھر پوچھا کہ سالک کسے کہتے ہیں فرمایا کہ وہ جو اپنے پاؤں سے پورے آفاق کا قصد کرے اور اپنے طلب کے بال سے آسمانوں کے اوپر اڑے۔ پھر پوچھا کے قتل منصور حلاج کس منزل میں ہوا۔؟ ارشاد ہوا حضرت منصور اس مقام پر تھے کہ اپنے محبوب حقیقی کو اپنی کسوت میں دیکھ رہے تھے وہی کسوت ان کے لیئے حجاب بن گئی۔ حجاب چہرۂ جاں می شود غبار تنم خوش آمدی کہ ازاں چہرہ پردہ برافگنم۔

(۲۲) ان ہی میں سے ایک شاہ فرید ہیں آپ نے بارگاہ مدار پاک میں عریضہ پیش کیا کہ اگر حکم ہوتو میں بھی حضور سے کوئی چیز چاہوں حکم ہوا کہ اپنے دل کی پاسبانی کرو لازم ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے۔

(۲۳) انہیں میں سے ایک حضرت شیخ الیاس ہیں جن کا ایک رسالہ مناقب قطب المدار میں مشہور ہے جس میں ہے المدا ریہ محل بین النبوۃ والولایۃ

(۲۴) انہیں میں سے ایک حاجی سلیمان حاجی احمد ابراہیم ہیں۔

(۲۵) انہیں خلفاء کرام میں سے ایک حضرت الہدیہ ہیں مرات مداری مولفہ ۱۰۶۵ھ میں خلفائے قطب المدار لکھتے ہیں کہ قاضی محمود اور ان کے فرزند رشید میٹھا مدار قصبہ مبارک " کنتور " میں آرام فرما ہیں- اور مثل زندگانی تصرف رکھتے ہیں اور حضرت قاضی مطہر بھی بہت عظیم القدر بزرگ ہیں شہر کالپی کے مضافات میں،، ماور شریف،، میں ان کی زیارت گاہ ہے۔ اور قاضی شہاب الدین قدوائی موضع چمبلائی میں آسودہ خاک ہو کر اس دیار میں تصرف فرماتے ہیں اور حضرت شاہ الاَّ جو ولایت گور بنگالہ میں محو خواب ہیں بڑی شہرت کے مالک ہیں اور حضرت میر سید جمال الدین مشہور بہ سید جمن جتی قصبہ "ہیلسہ " شہر بہار شریف کے قریب میں سکونت پزیر ہو کر بڑے اختیار و تصرف کے مالک ہوئے ہیں۔ اور حضرت میر احمد باد پائے جو سیر و طیر میں مثال نہیں رکھتے جنگل کولہوابن نواح شہر جونپور بلکہ ضلع مئوگھوسی کے آگے میراں شاہ کی درگاہ سے مشہور ہے وہاں پہ ان کی درگاہ ہے حضرت شاہ جودھن مداری جنہوں نے اودھ میں اپنا مسکن بنایا ہے اور حضرت شیخ شمس ثابت مداری * جن کی آرام گاہ قصبہ سنڈیلہ میں ہے اور شاہ نہنگا بھیکہ جو شہر قنوج میں مشہور خلائق ہیں وغیرھم اس طرح ثمرات القدس مولفہ ۱۰۰۹ھ اور اس دور کی بہت سی کتابوں میں خلفائے قطب المدار کا ذکر خیر ہے ہر دور کے شاھان ہندوستانی کی کتابوں میں حضور مدار پاک اور ان کے خلفائے کرام کا بہترین ذکر جمیل ملتا ہے ہندوستان میں ہی تقریبا جستہ کتب سیر میں سو ۱۰۰ سے زیادہ خلفائے باوقار کے تذکرے پڑھنے کو ملتے ہیں انشاء اللہ کتاب کی دوسری جلد میں ان کے ذکر جمیل کی انجمن سجائی جائیگی۔

بحر زخار میں مدار پاک کے خلفاء

بحر زخار میں * حضور مدار پاک سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کے پچاس خلفائے نامدار و مریدین باوقار کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ہے۔

مدار پاک کی سیرت و سوانح اور تاریخ کی مختلف کتابوں میں مدار پاک کے بہت سے خلفاء کرام کا تفصیلی ذکر ملتا ہے،۔ تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے سید بدیع الدین " دو ضخیم جلدوں پر مشتمل فارسی زبان میں خلفائے کرام کے احوال پر ایک جامع کتاب ہے جسے حضرت مولانا سید امیر حسن فصوری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی ہے۔

میں اس جگہ صرف ان خلفائے نامدار کا مختصر تعارف پیش کروں گا جن سے حضور مدار پاک کا سلسلہ طیفوریہ مداریہ عالم میں جاری و ساری، اور مروج و مشہور ہو کر ہر مشہور خانقاہ کے مشائخ و پیران عظام کے دامان نسبت کو منور و منیر اور مفید و مفیض کرتا نظر آرہا ہے۔۔

انہیں ہفت گروہ مشائخ مداریہ بھی کہتے ہیں ان کے مشہور نام یہ ہیں:

(۱) گروہ خادمان۔۔
(۲) گروہ دیوانگان۔۔
(۳) گروہ عاشقان۔۔
(۴) گروہ طالبان۔۔
(۵) گروہ حسامیان۔۔
(۶) گروہ اجملیان۔۔
(۷) گروہ مخدومیان۔۔

ان سارے مشائخ کے خلفاء سے بہت سی شاخیں اور ذیلی گروہیں جاری ہوئی ہیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ میری تصنیف کتاب ''معارف قطب المدار'' کی دوسری جلد میں ملاحظہ کریں گے۔

QUARTERLY URDU

RAHBARE NOOR

MAKANPUR SHARIF, KANPUR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019

L-POST REGISTRATION

"RAHBARE NOOR" K.P.(M.) /007/2021-23

MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA PINCODE-209202

گزشتہ آٹھ برس کی مضبوط ریسرچ اور تحقیق سنیت اور خانقاہی نظام زندگی کا شاہکار، اہل تصوف اور اکابر اولیائے کرام کی انوکھی تاریخ جو آپ کو معلومات کے نیئے خزانے عطا کردے گی۔

ہم لا رہے ہیں ایک ایسی تاریخی دستاویز جو صدیوں تک اہل علم و دانش کیلئے مشعل راہ بن کر زندہ رہے گی۔

تاریخ مکن پور شریف
اور
مشائخ سلسلہ عالیہ مداریہ

596
دیدہ زیب صفحات
20x30/08
کا عمدہ سائز

قیمت 838 روپے رنگین اور مضبوط جلد کے ساتھ

242
تحقیقی و تاریخی
مضامین

Al-Madaar Offset Kanpu
Mob. : 8795601301, 9616584408

CHIEF EDITOR

ABUL MASHARAB

SYED MUQTIDA HUSAIN JAFRI

H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar, India- 209202

Please Contact us: 995667119, 8737967832

6394344966, 9760422993, 8840701867